ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی
اس شمارے کے
ساتھ رنگین اسٹیکر
مفت حاصل کریں

PATENT No. 7469-7470-7471

آنکھ مچولی

جلد نمبر ۱ ، شمارہ نمبر ۸

فروری ۱۹۸۷ ، جمادی الثانی ۱۴۰۷ ھجری

قیمت : ۱۰ روپے

زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے

عام ڈاک سے : ۴۵ روپے ، بذریعہ رجسٹری : ۹۰ روپے

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق بحقِ ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جا سکتی۔

سرپرست : ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مُدیرِ اعلیٰ : ظفر محمود شیخ

مُدیرِ مسئول : تجمّل حسین چشتی

مُدیرانِ اعزازی : امجد اسلام امجد
محمّد سلیم مُغل

مُدیرِ مُعاون : محمد اعظم منہاس

قانونی مشیر (اعزازی) : خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)

ناظمِ اشتہارات : طارق ظفر برنی

کیلی گرافی : رئیسُ الحسن

ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی کہانیاں اور اُن کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

گرین گائیڈ اکیڈمی

ادارۂ اشاعت برائے

تعلیم و تعمیرِ سیرتِ اطفال

زیرِ سرپرستی

(ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن)

ناشر : ظفر محمود شیخ
طابع : زاہد علی

مطبع
لاریب پرنٹنگ پریس
ایم اے جناح روڈ، کراچی

برائے خط و کتابت و مقامِ اشاعت
گرین گائیڈ اکیڈمی
۱۱۲-ڈی نورس روڈ
سائٹ، کراچی

حسنِ ترتیب

اچھی بات (ادارہ) ۶
توحید (حمد) سلیم فاروقی ۷
بڑے لوگ بڑی باتیں منتخب اقوال ۸
ڈاک ڈاک کس کی ڈاک خطوں کے جواب ۹
تاثرات (خاص نمبر پر خاص لوگوں کے تاثرات) ۱۳
فروری کے معنی (حمیرا لطیف) ۱۵
امن کے لئے قربانی نظر زیدی ۱۶
دوستی کا تقاضا نفیس فریدی ۱۹
سونے کی ہوس ماریہ زیدی ۲۳
جگوری (نظم) نفیس فریدی ۲۵
دھرتی پر میرا سفر (حصہ دوم) ابو احمد عاکف ۲۷
ہے نا حیرت کی بات وجیہہ احمد صدیقی ۳۷
پھول پہیلی (نظم) محمد امان خان دل ۳۹
پیتل کا لوٹا م۔ ندیم ۴۱
کھیل اور گزشتہ سال علی نوری ۴۷
پہلی کامیابی (روسی بھیس بدلتا ہے) عظیم سرور ۵۳
پنکھ ہوتے تو اُڑ جاتے انور سعد ۶۱
خدا حافظ بیٹے! سید عبد الودود شاہ ۶۶
لذیذار لطیفے منتخب لطائف ۷۱
قباچہ (احمد حاطب صدیقی) ۷۵
اگر آپ انسپکٹر ہوتے نعیم بلوچ ۸۴
اصلی دشمن (حق اسکواڈ) اخلاق احمد ۸۷
لقمہ (نظم) اُفق دہلوی ۹۵
حاروشار و اور مانی فاطمہ ثریا بجیا ۹۷
ڈاک ٹکٹ جمع کرنا (مشاغل کی کہانی) عقیل عباس جعفری ۱۰۵
دائرہ معلومات اُمِ رباب جعفری ۱۱۲
ہمارے کان ابو الفرح ۱۱۹
ننھے ہاتھ نئی تحریریں (بچوں کی منتخب تحریریں) ۱۲۳
آؤ ملائیں ہاتھ (قلمی دوستی) ۱۳۲
ایک صفحہ امی ابو کے لئے (بچوں کی تربیت کے راہنما اصول) ۱۳۶

---

۱۵۰ روپے/۱۹ امریکی ڈالرز — متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن،

۲۰۰ روپے/۲۱ امریکی ڈالرز — بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی،

۳۰۰ روپے/۱۸ امریکی ڈالرز — ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا،

بات چیت

خاص نمبر کی اشاعت پر آپ کی جانب سے اپنی خوشی کا اظہار موصول ہوا، اتنے محبت بھرے خطوط .... ڈھیر ساری مبارک بادیں .... اور اتنی بہت سی دعائیں موصول ہوئیں کہ سچ مچ جی خوش ہوگیا ــــ آپ کی محبتوں کا ... آپ کے خلوص کا ہمیں یقین ہوا۔ ... ہم کو اعتبار آیا ــــ ہمارا شکریہ بھی قبول کیجئے۔ نوازش... کرم شکریہ ... مہربانی ... خاص نمبر یونہی تو "خاص" نہیں ہوگیا ــ آنکھ مچولی کی خوبصورتی اور دلچسپی بلاوجہ تو نہیں بڑھ گئی، سچ یہ ہے کہ یہ آپ کی محبتیں ہی تھیں جنہوں نے یہ سب کرنے اور کرتے رہنے کا حوصلہ عطا کیا، اور پھر اچھی اچھی تجاویز اور خوب سے خوب مشورے بھی تو آپ نے ہی دیئے تھے، جن کی روشنی میں خاص نمبر ترتیب دیا گیا ــــ یقیناً کچھ خامیاں کچھ کمزوریاں بھی رہ گئی ہوں گی ہم سے مگر ہمارے ایک دوست کاشان جعفری نے ایک خوبصورت جملہ لکھ کر ہماری پردہ پوشی کرلی کہ "خاص نمبر میں چند غلطیوں کا رہ جانا بالکل ایسے ہی ہے جیسے چاند میں چھوٹا سا داغ" ــــ دعا کیجئے کہ آنکھ مچولی کا یہ چھوٹا سا چاند بھی اپنی روشنی سے ماحول کو منور کرتا رہے خدا کرے جہل کے اندھیرے چھٹ جائیں، دلوں کی کدورتیں دور ہوں، اخوت کے پھول کھلیں اور محبت کی کلیاں چٹکیں کہ .. اس گلشن کے حسن و بقاء کا راز اسی میں پنہاں ہے، آمین ... آپ بھی کہئے آمین

چلتے چلتے ایک بات اور .... اور وہ یہ کہ اچھے رسائل بے شک صلاحیتوں کو نکھارتے اور ذہن کو جلا بخشتے ہیں، لیکن اس کے باوجود رسائل کا مطالعہ اس توازن سے کیا کیجئے کہ اسکول کے کام کا حرج نہ ہو، نمازوں میں بے قاعدگی نہ آجائے، اور آپ کے اہم کام اپنے وقت پر ہوتے رہیں ــــ اپنی زندگیوں میں نظم و ضبط اور سلیقے کو شامل کیجئے اور یقین رکھئے کہ یہی سلیقہ آپ کو بڑا انسان بنائے گا ــــ انشاءاللہ

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھی بات

بہتے صاف وشفاف دریا کی روانی کے کنارے کھڑے جنگل کے بادشاہ شیر نے پانی پیتے ہوئے، پانی میں جھلملاتے عکس کو دیکھا تو چونک پڑا، سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا کمزور لاغر بکری کا بچّہ اپنی سہمی سہمی نگاہوں سے کبھی شیر اور کبھی پانی کو دیکھ رہا تھا۔

ایک لمحہ کو جنگل کے بادشاہ کے دل میں طاقت کا گھمنڈ سر اٹھانے لگا لیکن دوسرے ہی لمحہ جنگل کے طاقتور بادشاہ نے انتہائی نرمی و ملائمت سے بکری کے ننھّے منّے بچّے کو دیکھا اور سر جھکا کہ دوسرے راستے پر چل دیا کہ ... طاقتور وہ نہیں جو کمزوروں پر چھا جائے۔ طاقتور وہ ہے جو اپنی کمزور رعایا کو تحفظ دے۔

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدّس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آجائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہادیں۔

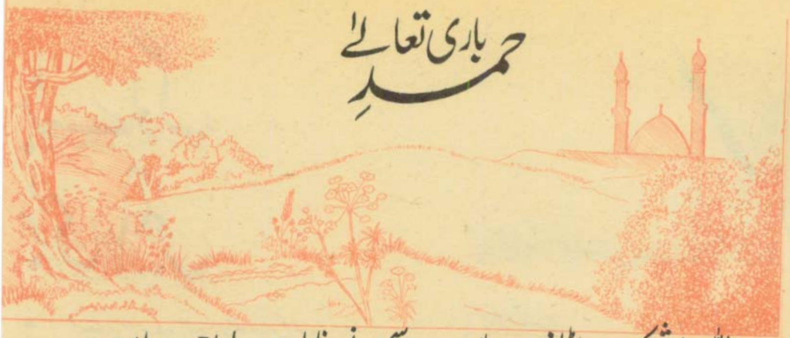

حمدِ باری تعالیٰ

ہے اللہ بے شک بڑا مہرباں / اسی نے بنایا ہے سارا جہاں
اسی کی ہے قدرت میں ہر ایک شے / نہیں اس کا ثانی کوئی بے گماں
اسی نے ہمیں زندگی کی عطا / اسی کے ہے قبضے میں ہم سب کی جاں
وہی رزق دیتا ہے مخلوق کو / وہی سب کو دیتا ہے امن واماں
زمین، آسمان اس نے پیدا کیئے / اسی نے سجائے حسیں گلستاں
یہ پھولوں بھری وادیاں کوہسار / یہ شمس و قمر، محفلِ کہکشاں
یہ گہرے سمندر، حسیں آبشار / یہ شیریں و شفاف آبِ رواں
اسی کا ہے انعام علم و ہنر / اسی نے عطا کی ہیں سب خوبیاں
ہیں شاہ و گدا اس کے در کے غلام / وہی ذرّہ ذرّہ پہ ہے حکمراں
بُروں پر بھی کرتا ہے وہ رحمتیں / وہ بندوں کا دل توڑتا ہے کہاں
ہے لازم، عبادت ہم اس کی کریں / اسی کا کرے ذکر ہر دم زباں
سلیم اس کی رحمت کے طالب رہو / وہ پیدا کرے گا سب آسانیاں

سلیم فاروقی

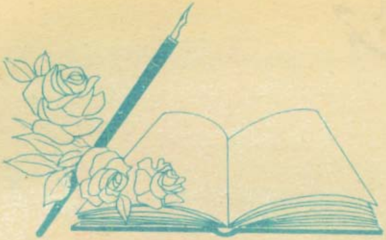

بڑے لوگ بڑی باتیں

- اپنے وعدے، اور معاہدے پورے کرو

(قرآن کریم)

- ہر شخص کو سلام کیا کرو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

- گفتگو میں اختصار سے کام لو۔ کلام اتنا ہی مفید ہوتا ہے جتنا آسانی سے سنا جاسکے۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضؓ)

- پاکستان کے دشمن اب مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اس مملکت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے ملک سے صوبہ پرستی کے زہر کو نکال پھینکئے آپ بس ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

(قائداعظمؒ)

- کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

(امام غزالیؒ)

- غصہ کبھی کبھی قابل انسان کو بھی بیوقوف بنادیتا ہے۔

(البقراط)

- جو اپنے دوست کو برے کاموں سے باز نہیں رکھ سکتا وہ دوستی کے قابل نہیں

(جالینوس)

- چاند کے بغیر رات بے کار ہے علم کے بغیر ذہن۔

(سرسیّد احمد خان)

- زندگی میں مایوسی سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں ہے اس سے بچو۔

(برناڈشا)

- اس بات سے بچو کہ ماں نفرت کرے یا بددعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

(بوعلی سیناؒ)

- بچّے کے لئے سب سے اچھی جگہ ماں کا دل ہے خواہ بچّے کی عمر کتنی ہی ہو۔

(شیکسپیئر)

- حقیقت چھوٹی چھوٹی چیزوں میں نظر آتی ہے۔

(گریگور مینڈل)

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

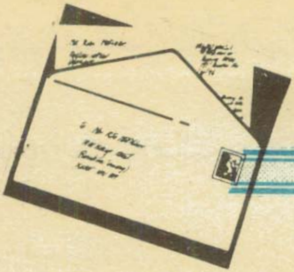

مدیر محترم آداب وتسلیمات، آنکھ مچولی کا خاص نمبر زیر مطالعہ ہے، خوبصورت سرورق اصلاحی تحریروں، معلوماتی مضامین، پُرلطف لطائف وکارٹون اور دلکش ورنگین تصاویر سے مزّین خاص نمبر پر آپ کی محنت اور توجہ کی داد نہ دینا یقیناً اخلاقی تجیلی ہوگی، بلاشبہ شہر کے اِن مخدوش حالات میں اعلان کے مطابق اس قدر دلکش خوبصورت اور پُراز معلومات "خاص نمبر" کا شائع کرلینا کسی کارنامے سے کم نہیں،

آپ نے مقابلۂ کہانی نویسی منعقد کرایا تھا، خیال تھا کہ شاید جنوری میں نتائج کا اعلان ہوجائے گا مگر اس سلسلے میں خاموشی نے انتظار کے لمحات کی عمر بڑھادی ہے، یقیناً کچھ انتظامی مجبوریاں ہوں گی،

(سیّد کاشان جعفری، کراچی)

اچھے دوست کاشان! خدا کرے آپ ہمیشہ خوش وخرم رہیں، خاص نمبر کے متعلق آپ کی رائے پڑھ کر ہمارا حوصلہ بڑھ گیا، ہماری محنت رنگ لائی، اور آپ ہی نہیں بلکہ ملک بھر سے سینکڑوں ننھے دوستوں نے مبارکباد کے خطوط لکھے ہیں، یقین مانیئے، خاص نمبر کی پذیرائی دیکھ کر ہم نے اس رسالے کو مزید شاندار بنانے کی جدوجہد ہر لمحہ تیز کردی ہے، خدائے کریم کی مدد اور آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو انشاءاللہ آنکھ مچولی رسائل کی تاریخ میں یادگار قرار پائے گا، آنکھ مچولی کے ہر قاری کے خط کا جواب فرداً فرداً دینا ممکن نہیں، اس لئے ان سطور کا سہارا لیتے ہوئے ہم اُن تمام بچوں کے شکرگزار ہیں، جنھوں نے ہمیں یاد کیا، مشورے دیئے، تجاویز اور تحریریں ارسال کیں نیز ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آنکھ مچولی اور آپ کی دوستی سدا قائم رکھے۔ آمین!

خاص نمبر کی تدوین اور تیاری کے باعث مقابلۂ کہانی نویسی کے نتائج نہیں تیار کئے جاسکے تھے مگر اب آپ انشاءاللہ آئندہ شمارے میں اس مقابلے کے نتائج سے آگاہ ہوسکیں گے۔

ڈیر بھائی جان، السلام علیکم۔ جنوری کا شمارہ خاص نمبر بے حد پسند آیا، ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ آنکھ مچولی کو کامیابی سے ہمکنار کرے، خاص نمبر میں مواصلاتی سیارے، ڈاک ٹکٹ جمع کرتا اور "خوشاب کا پتیسہ" بہت ہی مزیدار تحریریں تھیں، ان کے لکھنے والوں تک مبارکباد پہنچا دیں۔

بھائی جان۔ کیا آپ نے اپنا کیلنڈر ایجاد کرلیا ہے، کیونکہ کارٹون اسٹوری لکھنے میں آپ نے مقابلے میں شرکت کی آخری تاریخ ۳۰ فروری لکھی ہوئی ہے۔

(سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد)

ننھے ساتھی۔ سلمان وعلیکم السلام، خاص نمبر کی پسندیدگی پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں، ان سطور کے ذریعے ہم آنکھ مچولی کے لکھاریوں تک آپ کی مبارکباد جوں کی توں پہنچا رہے ہیں۔ اس مرتبہ پھر آپ نے ہماری غلطی پکڑی ہے۔۔۔ اچھے دوست ۳۰ فروری چھپنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ہمارے قارئین کتنے ذہین ہیں، صرف آپ ہی نہیں بلکہ کئی اور دوستوں نے بھی اس کے متعلق توجہ دلا کر اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔ آنکھ مچولی کے ایک ایک لفظ پر نگاہ رکھنے والوں کا تعاون جب تک شامل خیال رہے گا، آنکھ مچولی چمکتا دمکتا، کلکاریاں مارتا، ہنستا مسکراتا آپ تک پہنچتا رہے گا، اور پھر آپ بچے تو آنکھ مچولی کا "آئینہ" ہیں۔ ہم اسی آئینے کے ذریعے اپنے معیار اور خوبیوں و خامیوں کا جائزہ لیتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

محترم مدیر صاحب خوش رہیں، اس مرتبہ خاص نمبر نے بہت صبر کروایا، بالآخر، تاریخ کو نظر آ ہی آگیا، خاص نمبر دیکھتے ہی ہمارے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اور ہم نے ہاکر کو پیسے ادا کر کے خاص نمبر اپنی ملکیت بنالیا، پڑھنا شروع کیا تو نظریں ہٹانے کو دل نہ چاہتا تھا، یقیناً یہ قابل تعریف رسالہ ہے،

کراچی کے واقعات کا سن کر بہت افسوس ہوا، ان تمام لوگوں کے ورثا جو کراچی کے ہنگاموں میں زخمی یا جاں بحق ہوئے بالخصوص امجد حسین کو میری ہمدردی کے جذبات پہنچا دیں، میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آپس میں محبّت و اتفاق سے رہنے کی توفیق دے۔

امید ہے آپ میرا خط ردّی کی ٹوکری میں نہیں ڈالیں گے، کیونکہ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہے، میری طرف سے کارکنانِ آنکھ مچولی کو بہت بہت مبارکباد،

(شہزاد انور، ریلوے کیریج فیکٹری، راولپنڈی)

اچھے ساتھی۔ شہزاد آپ بھی خوش رہیں، دیکھ لیجئے۔ صبر کا پھل کتنا میٹھا ہوتا ہے، میٹھا میٹھا خاص نمبر

ماهنامه کراچی

آنکھ مچولی

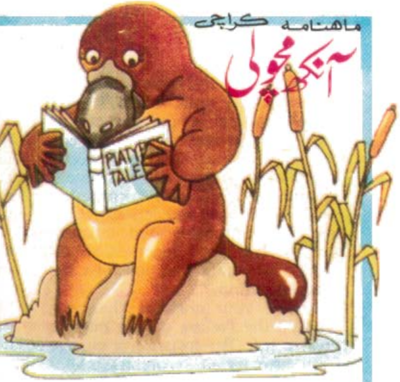

NAME ....

....

CLASS ....

SUBJECT ....

NAME ....

....

CLASS ....

SUBJECT ....

ماهنامه

آنکھ مچولی

کراچی

آپ کے دل کو بھایا، خوشی کی لہر دوڑتی ہوئی ہم تک بھی پہنچ گئی، قابلِ تعریف رسالے کی تعریف پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں،

کراچی کے حالات و واقعات پر آپ کا افسوس بجا ہے، ان واقعات نے ہمارے دلوں کو رنجیدہ کر دیا ہے، مگر ہم ہمّت نہیں ہارے محبّت والفت پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں، ہمارے کچھ نادان بھائیوں نے دشمنوں کا آلۂ کار بن کر اپنے ہی بھائیوں کو تباہ وبرباد کر کے اپنی عاقبت خراب کی۔

اچھے دوست، یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ کلمۂ طیبہ پر صدق دل سے ایمان لانے والا ہر فرد مسلمان ہے، اور یہ رنگ و محض تو محض ایک دوسرے کی پہچان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہمارا آپس میں باہم دست و گریباں ہونا دراصل پاکستان کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ آیئے عزم کریں کہ پاکستان کی حفاظت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں گے۔ انشاءاللہ

آپ کی امید کے عین مطابق ہم نے آپ کا خط ردّی کی لوکری میں نہیں ڈالا۔ ویسے ہم یہ بھی کر سکتے تھے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا نام علیحدہ کر کے باقی خط ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیتے"۔ کہیئے کیسی رہی؟

محترم ایڈیٹر صاحب، امید ہے خیریت سے ہوں گے، خاص نمبر نے دھوم مچادی۔ بہت ہی پسند آیا، رنگین صفحات دل کو بھائے، خاص طور پر سٹرگلرڑوں کوں سے انٹرویو اور ہے ناحیرت کی بات اچھی تحریریں تھیں۔ کچھ نامور لکھنے والوں کی تحریریں پہلے بھی کسی رسالے میں چھپ چکی ہیں۔ آپ خیال رکھا کریں،

(عبدالقادر، رحیم یار خان)

برادرمن۔ عبدالقادر، بفضل خدا۔ ہم سب خیریت سے ہیں۔ خاص نمبر کی تعریف سے بھرے خطوط کا ڈھیر ہمارے سامنے موجود ہے، واقعی۔ یہاں بھی ڈاک ڈاک اپنی ڈاک کی دھوم مچی ہوئی ہے، اس مرتبہ کے "ہے ناحیرت کی بات" کے بارے میں کیا خیال ہے، اپنا تبصرہ اور تحریریں بھجوانا مت بھولئے گا، ہماری کوشش جاری ہے کہ ماہنامہ آنکھ مچولی میں غیر مطبوعہ تحریریں شامل ہوا کریں۔

حساب کا ماہر گھوڑا

جرمنی کے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو ریاضی جیسے مشکل مضمون کی تربیت دی ہے۔ وہ گھوڑا پانچ منٹ کے اندر، چھ چھ ہندسوں کے جذر، مکعب، نکال سکتا ہے اور چار چار ہندسوں والے اعداد کی ضرب کا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ وہ تمام سوالوں کے جواب اپنے سُم کی ٹاپوں یعنی ٹک ٹک کی آواز سے دیتا ہے۔

خاص نمبر
ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی

آنکھ مچولی خاص نمبر پر اہم شخصیات کے تاثرات

(۱) مجھے خوشی ہوتی اگر اس پرچے پر میرا نام بھی بحیثیت مدیر ہوتا۔

_______ (شکیل عادل زادہ، مدیر "سب رنگ ڈائجسٹ")

(۲) آنکھ مچولی کا ہر شمارہ بچوں ہی کے لئے نہیں ان کے بڑوں کے لئے بھی حیرتوں اور مسرتوں کا ایک نیا جہان لاتا ہے۔

_______ (پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی)

(۳) بچوں کے لئے اس سے زیادہ خوبصورت اور بامعنی رسالہ اس سے پہلے کبھی نہیں نکلا،

_______ (فاطمہ ثریا بجیا)

(۴) یقیناً بہت اچھی کاوش تھی، میری بیٹی نے تو اسے سب سے اچھا قرار دیا ہے،

_______ (محمود احمد مدنی) مدیر اعلیٰ "جسارت" کراچی

(۵) خاص نمبر کے کیا کہنے! لوگوں کے ذوق کی اصلاح آپ جیسے باعزم لوگوں کا کام ہے۔

_______ (پروفیسر عنایت علی خان۔ حیدرآباد)

(۶) بچوں کے رسائل میں اس سے زیادہ معیاری رسالہ دستیاب ہی نہیں، مواد بھی معیاری اور قیمت بھی مناسب،

_______ (ضیاء الحق قاسمی) مدیر "ظرافت" حیدرآباد

(۷) اس میں زور اور جان ہے، پروڈکشن، لے آؤٹ، کتابت، طباعت وغیرہ صاف ستھری ہے کہانیوں کا معیار بھی اچھا ہے، خوش سلیقگی ہر صفحے سے ٹپکتی ہے، محنت کی جارہی ہے، صاف محسوس ہوتا ہے۔

_______ (سید قاسم محمود) مدیر "طالب علم" کراچی

(۸) ترقی کی یہی رفتار رہی تو آپ لوگ سچ مچ مارکیٹ میں تہلکہ مچادیں گے۔

_______ (رضی الدین خان۔ مدیر اعلیٰ سائنس ڈائجسٹ)

(۹) بچوں کے ادب پر اب تک کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ آپ نے نہ صرف اچھے ادب کو متعارف کروایا بلکہ دوسروں کو تقلید کی دعوت بھی دی۔ _______ (اقبال حیدر۔ پروڈیوسر کراچی ٹی وی)

بہت سے ساتھیوں نے ہمیں خط لکھ کر آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا اظہار کیا، بہت سی تجاویز اور مشورے بھجوائے، صفحات کی کمی کے باعث ہم ان کے مکمل خط تو شائع نہیں کر رہے، البتہ شکریہ کے ساتھ ان کے نام شائع کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے یہ آئندہ بھی ہمیں اسی طرح یاد رکھیں گے

ذوالفقار علی بھٹی، وحدت کالونی، حیدرآباد
ارشد الہدیٰ، قصبہ کالونی، کراچی
محمد ندیم، منشی محلہ، فیصل آباد
غلام مرتضیٰ، وحدت کالونی، حیدرآباد
اختر حسین، پٹیل پاڑہ، کراچی
آصف شہزاد، ایف بی ایریا، کراچی
افروز اطہر، ناظم آباد، کراچی،
محمد ریحان یعقوب، ملیر، کراچی
رسول بخش سیٹھو، ٹنڈو محمد خان
نیاز علی، گوجر گڑھی، مردان
انیس الرحمٰن، النور سوسائٹی، کراچی
ابوذر بخاری، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور
سیدہ صدف زہرا، جگہ کا نام نہیں لکھا
محمد عاقل،
عبدالرشید تبسم، غریب محلہ، حاصلپور
شاہینہ جلال، میرپور خاص
عبدالحامد صدیقی، بیراج کالونی، حیدرآباد
شکیلہ شیرازی، ٹنڈو آدم
وقار احمد، تربیلہ ٹاؤن، ہزارہ
ندیم سی، لاہور

ثمینہ نبی برڑو، ٹھٹھہ
محمد ندیم طاہر، لوہار مارکیٹ، رحیم یار خان
فرزانہ ارم ناز، حیدرآباد
افضل شاہین، ہارون بازار، بہاولنگر
امجد رفیق، جگہ کا نام نہیں لکھا
فرحان خان، شمشاد منزل، ٹنڈو جام
ابوبکر بن مہدی، بدوکی گوسائیاں، گوجرانوالہ
اُمتہ الشیریں، امین کالونی، نارووال
معصومہ رباب، سنت نگر، لاہور
محمد صالح سندھی، مارکیٹ روڈ، ٹنڈو الہ یار
رقیہ آروز، کوئٹہ
محمد سجاد، تلائی، کوٹ ادو
جاوید احمد عادل، مدینہ کالونی، پتوکی
نبیل احمد، گلبہار، پشاور
عمران اکرم، سانده خورد، لاہور
سعید عاصی، چمن چوک، ڈیرہ اسماعیل خان
زہرہ، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
مریم مقصود، کراچی،
محمد سعید گلاب، کورنگی، کراچی
محمد شکیل جمیل، کورنگی، کراچی

شازیہ شاکر، ملتان
ایم، وائی صنم، اوکاڑہ
علی حیدر، ماڈل اسکول، وہاڑی
ڈم ڈم، لٹومارو، راولپنڈی
شیر بانو احمد، کراچی
افتخار علی چاند، مردان
وسیم عباس، کھوڑ کمپنی، اٹک

بصیر الدین، نیو ہالا، سندھ
اشرف یوسف، گلستان مصطفی، کراچی
ضامن خان، کلفٹن، کراچی
عبدالرحمٰن، جوڑیا بازار، کراچی
اورنگزیب جونیجو، ٹنڈو جام
ملک محمد امین، رنگپور بگھور، سرگودھا
اکرم الدین، ٹنڈو الہ یار
نور احمد سومرو، سجاول
سیما شمس، شاہ فیصل کالونی، کراچی
محمد عاقل، مہر شاہ، حیدرآباد
محسن ندیم، سمن آباد، فیصل آباد
روبینہ بلوچ، سٹلائیٹ ٹاؤن، کوئٹہ

حمیرا لطیف

فروری
سال کا دوسرا مہینہ

اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟

فروری کے معنیٰ کیا ہیں قدیم روم کے بادشاہ جولیس سیزر نے فروری کو سال کا دوسرا مہینہ قرار دیا۔ جولیس سیزر کے اس فیصلے سے پہلے رومن کیلنڈر میں فروری بارہواں یعنی آخری مہینہ تھا لیکن جولیس سیزر نے جولائی کے مہینے میں ۳۰ کے بجائے ۳۱ دن مقرر کر دیئے اس لئے کہ جولائی کا مہینہ جولیس سیزر کے نام پر تھا بادشاہ اپنے نام والے مہینے کو ۳۱ دن کا بنا کر نمایاں کرنا چاہتا تھا اس کے بعد شاہ آگٹس نے اگست کے مہینے کو ۳۱ دن کا بنا دیا جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اگست کا مہینہ شاہ آگٹس کے نام سے ہی وابستہ ہے۔ ان دونوں بادشاہوں نے اپنے نام ونمود کے لئے فروری کے مہینے سے ایک ایک دن لے کر جولائی اور اگست کو ۳۱ دن کا مہینہ بنایا اس طرح فروری صرف ۲۸ دن کا رہ گیا لیکن چار سال میں ایک بار لیپ کا سال آتا ہے جس میں فروری ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔

فروری کا نام لاطینی زبان سے لیا گیا ہے۔ لاطینی زبان کے لفظ فبرو آرئس (ف ب ر وا ر ء س) کے معنیٰ ہیں پاک کرنا" قدیم روم کے باشندے اس ماہ پاکیزگی کا جشن مناتے تھے تاکہ نئے سال کی آمد کے وقت لوگ پاک رہیں۔ لیکن بارہویں مہینے سے دوسرے مہینے میں منتقل ہو جانے کے باوجود اس مہینے کا نام فروری ہی رہا۔

امن کے لیے قربانی

نظر زیدی

ایک دفعہ کا ذکر ہے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلح کی بات چیت ہو رہی تھی۔ کافروں کی طرف سے سہیل بن عمرو نامی مکّہ کا ایک سردار صلح کی بات چیت کرنے آیا تھا اور مسلمانوں کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گفتگو فرما رہے تھے۔ ہاں خوب یاد آیا ابھی ہم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ وہ جھگڑا کیا تھا جسے روکنے کے لئے صلح کی یہ بات چیت ہو رہی تھی تو بھئی معاملہ یہ تھا کہ مکّہ سے ہجرت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۶ھ میں پہلی بار حج کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور یہ فرض ادا کرنے کے لئے مدینہ سے مکّہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

بہت پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ حج کے دنوں میں ہر طرح کے جھگڑے اور لڑائیاں روک دی جاتی تھیں اور ہر شخص کو اجازت ہوتی تھی کہ مکّہ آ کر حج کرے۔ لیکن رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کے کافروں نے یہ سلوک کیا کہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ صاف لفظوں میں کہلوا دیا کہ اگر مسلمان مکّہ کی حد میں داخل ہوئے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

اگرچہ اس وقت مسلمان ایسے کمزور نہ تھے۔ کئی جنگوں میں کافروں کے دانت کھٹے کر چکے تھے۔ لیکن حج کے دنوں کا احترام کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پسند نہ فرمائی کہ تلوار کے زور سے مکّہ میں داخل ہوں۔ مکّہ کے ذمہ داروں کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی بھڑائی کے خیال سے نہیں آئے حج کرنے آئے ہیں۔ یہ فرض ادا کر کے خاموشی سے لوٹ جائیں گے۔ لیکن کافروں نے یہ بات نہ مانی اور اب اسی بارے میں دونوں فریقوں کے درمیان بات چیت ہو رہی تھی۔

سہیل بن عمرو نے اپنی طرف سے صلح کی یہ شرطیں پیش کیں۔ "اس سال مسلمان حج کئے بغیر اسی جگہ سے لوٹ جائیں گے، لیکن وہ اس حالت میں مکّہ کے اندر داخل ہوں گے کہ تلواروں

کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو گا اور تلواریں بھی نیاموں میں ہونگی . ۲. اگر مکہ سے بھاگ کر کوئی شخص مدینہ جائے گا تو اُسے واپس کرنا پڑے .

یہ اور صلح کی دوسری شرطیں اگرچہ مسلمانوں کے لئے بہت سخت تھیں . لیکن لڑائی روکنے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مان لی تھیں اور ان شرطوں کے مطابق صلح نامہ لکھا جا رہا تھا کہ ایک نوجوان اس حالت میں مسلمانوں کے لشکر میں آیا کہ زنجیروں کی رگڑ سے اس کے پاؤں اور پاؤں زخمی تھے اور قید میں پڑے رہنے کی وجہ سے وہ بہت ہی کمزور ہو گیا تھا .

یہ نوجوان اس سردار کا بیٹا تھا جو صلح کی شرطیں طے کرنے کے لئے آیا تھا . اسے قید اس لئے کر دیا گیا تھا . اسلام کی اچھی باتیں سن کر مسلمان ہو گیا تھا . ظالم باپ نے زنجیروں میں جکڑ کر کوٹھری میں بند تھا اس کا باپ صلح کی بات چیت کرنے آیا تو اسے موقع مل گیا اور وہ قید خانے سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا .

اپنے بیٹے کو دیکھا تو سہیل بن عمرو نے کہا " لو , صلح کی ایک شرط پوری کرنے کا موقع تو اسی وقت پیدا ہو گیا . میرا بیٹا ابو جندلؓ مکہ سے بھاگ کر تمہارے پاس آیا ہے , لہٰذا اسے ابھی واپس کرو !

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : " بیشک صلح کی ایک شرط یہ بھی ہے . لیکن ابھی تو صلح نامے پر دستخط نہیں ہوئے . دستخط ہونے کے بعد ہی اس کی شرطوں پر عمل کیا جائے گا . "

یہ بات بالکل ٹھیک تھی , لیکن سہیل بن عمرو نے کہا " اگر میری یہ بات نہ مانی گئی تو میں صلح نہیں کروں گا " . اُسے بہت سمجھایا گیا . لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور جب یہ صورت پیدا ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان سے فرمایا . " اے ابو جندلؓ ! بہتر یہ ہے کہ تم مکہ لوٹ جاؤ . "

یہ بات سن کر ابو جندلؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے . انہوں نے اپنے زخم دکھاتے ہوئے کہا . یا رسول اللہؐ کیا آپ پھر مجھے ان ظالموں کے سپرد کر رہے ہیں . جنہوں نے میرا یہ حال کیا ہے

دوسرے مسلمان بھی بہت بےچین ہوئے . سب چاہتے تھے صلح کی بات چیت توڑ دی جائے اور کافروں کو ان کی ضد کا مزہ چکھایا جائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن اور حج کے دنوں کا احترام باقی رکھنے کے خیال سے سہیلؓ بن عمرو کی یہ بات بھی مان لی . ابو جندلؓ

سے فرمایا۔ "ہمیں یقین ہے۔ اللہ تمہارے لئے راستہ کھول دے گا۔ اب تم مکہ لوٹ جاؤ"۔
اور زخمی نوجوان ؓ کے حکم کے مطابق مکہ لوٹ گیا۔

اچھے بچو! تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہمارے آقا اور اللہ کے آخری رسول ؐ جنگ کو کس قدر ناپسند فرماتے تھے دوسرے اس بات کا اندازہ بھی ضرور ہو گیا ہو گا کہ مسلمان اپنے دین کے لئے کیسی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ اس بات سے ناراض ہو سکتے تھے کہ رسول ؐ انہیں پناہ دینے کے بجائے پھر کافروں کے حوالے کر رہے تھے۔ لیکن ان کے دل میں بھول کر بھی ایسا خیال نہ آیا۔ رسول ؐ کے حکم کے مطابق لوٹ گئے۔ یقیناً دین کے لئے ان کی یہ بہت بڑی قربانی تھی۔

یہ بات چیت حدیبیہ کے مقام پر ہو رہی تھی، ابو جندل ؓ وہاں سے لوٹ کر سمندر کے کنارے ایک ایسی جگہ رہنے لگے جہاں سے مکہ کے سوداگر گزرا کرتے تھے۔ کچھ اور مسلمان بھی ان سے آملے اور انہوں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا کہ مکہ کا جو کافر اس طرف سے گزرتا اس پر حملہ کر دیتے اور اس کا سارا سامان چھین لیتے۔ یہ حالت دیکھی تو کافروں نے خود درخواست کی کہ ابو جندل ؓ اور ان کے ساتھیوں کو وہاں سے بلا لیا جائے اور یوں وہ مدینہ آ کر امن چین سے رہنے لگے۔

پوچھو کیا پوچھتے ہو؟

سائنس کی دنیا میں حیرت انگیز انقلاب رونما ہو رہے ہیں، انسان چاند کے بعد مریخ کو تسخیر کر رہا ہے، کمپیوٹر نے انسان کو حیرت میں ڈال دیا ہے؟

ربوٹ نے انسان کی جگہ لے لی ہے؟

کسی اور سیارے کی مخلوق زمین پر حملہ کرنے والی ہے؟

ایٹم بم پھٹا ہی چاہتا ہے؟

ایسی بہت سی حیرت انگیز باتوں کو جاننے کے لئے، اپنی سائنسی معلومات کو بڑھانے اور اپنے آپ کو جدید دور سے باخبر رکھنے کے لئے ـــــ **ہم سے سوال کیجئے** ـــ ہم جواب دیں گے۔

سائنس سے متعلق کسی بھی قسم کا سوال آپ کے ذہن میں ہو ہمیں لکھ بھیجیں ـــــ **اپریل ۸۷ء سے** آنکھ مچولی ایک نئے سلسلے کا آغاز کر رہا ہے، آپ کے سوالوں کا جواب کون دے گا؟

اسی سلسلے کا مستقل عنوان کیا ہوگا؟ **تفصیلات آئندہ ماہ پڑھیئے!** (ادارہ)

دوستی کا تقاضا

نفیس فریدی

جاڑے کا موسم تھا، چھٹی کا دِن۔ حامد میاں جونہی ناشتے سے فارغ ہوئے، اپنی کتابوں کا بستہ لے کر صحن میں آ گئے اور دھوپ میں پڑی ہوئی اپنی چھوٹی سی آرام کرسی پر بیٹھ کر دھوپ کا لطف اٹھانے لگے انہیں سرد موسم میں دھوپ اچھی لگ رہی تھی مگر جب ان کا پھول سا چہرہ دھوپ کی گرمی سے گلابی ہو گیا تو بے چین ہو گئے اور انہوں نے اپنی کتاب سورج کی طرف کر لی منہ پر سایہ ہوا تو جلدی جلدی اپنا سبق یاد کرنے لگے "پی فار پی جن" کی رٹ لگانی شروع کی اور آنکھیں بند کر لیں اب انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کتاب میں چھپے ہوئے رنگین کبوتر میں واقعی جان پڑ گئی ہے اور وہ کتاب کی بجائے اُن کے قدموں میں کھیل رہا ہے گھبرا کر ایک دم سے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھا کہ واقعی ایک جنگلی کبوتر ان کے پیروں کے پاس پھڑپھڑاتا ہوا کرسی کے نیچے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ پوچھئے جھٹ کتاب کرسی پر پٹخ کر لگے کرسی کے نیچے جھانکنے بیچارہ کبوتر اور سہم گیا اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ایک انجانے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ حامد میاں نے جب یہ دیکھا کہ وہ جنگلی کبوتر زخمی ہے اور اس کے بازو سے خون بہہ رہا ہے تو انہیں بہت افسوس ہوا جلدی سے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا

لیا اور جیب سے رومال نکال کر اس کا خون صاف کیا تو نظر آیا کہ اس کے بازو پر ایک زخم ہے زخم کو دیکھتے ہی فوراً ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ ابّا جان سے اس بیچارے کی مرہم پٹی کرالی جائے جو آج گھر کی کلینک میں بیٹھے مریضوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔

یہ سوچنا تھا کہ حامد میاں کبوتر کو ہاتھوں میں لئے کلینک جا پہنچے اور ابا جان سے مخاطب ہو کر بولے "ابا جان یہ بیچارہ جنگلی کبوتر کسی طرح زخمی ہو کر ہمارے آنگن میں آگرا ہے ذرا اس کی مرہم پٹی کر دیجئے اسے آپ کی طبی امداد کی ضرورت ہے ورنہ مرجائے گا بے چارہ۔

حامد میاں نے کبوتر کو میز پر چھوڑ دیا "دیکھئے نا اس کے بازو سے خون بہہ رہا ہے بیچارہ اڑ بھی نہیں سکتا کتنی تکلیف ہو رہی ہے اور کیسا تھر تھر کانپ رہا ہے۔

حامد میاں کے اس ہمدردانہ سلوک کو دیکھ کر ان کے ابّا جان کو بے حد خوشی ہوئی اور انہوں نے سارے کام چھوڑ کر اس کبوتر کے زخم کو صاف کیا اس پر دوا لگائی اور پٹی باندھ کر حامد میاں کے حوالے کر دیا اور کہا "اب جاؤ اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ"

حامد میاں نے کہا "اچھا" اور خوش خوش کبوتر سے پوچھنے لگے "کیوں بھئی آپ کیا کھائیں گے؟ کیا پیئیں گے؟ اپنے پاس سب کچھ ہے گھر میں جا کر حامد میاں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اس میں داخل ہوئے اور کونے میں پڑی ہوئی میز پر کبوتر کو بٹھا دیا اور خود دانہ پانی لینے چلے گئے حامد میاں سیدھے پہنچے اپنی امی کے پاس اور یہ سارا واقعہ سنایا۔

امّی نے ایک پیالی میں پانی اور دوسری میں باجرے کے چند دانے ڈال کر ان کے حوالے کر دیئے تو یہ خوش خوش اپنے کمرے کی جانب چلے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے جلدی سے دو پیالیاں اپنے دوست کے سامنے رکھ دیں۔ کبوتر پہلے تو کچھ پیچھے ہٹا پھر ذرا آگے بڑھا اور ایک دو دانے چگ کر پھر پیچھے ہٹ گیا حامد میاں نے کہا "یار شرماؤ نہیں بھوک لگی ہو گی پیٹ بھر کر کھالو" کبوتر پھر پیچھے کی طرف ہٹا کچھ سوچا اور پھر قدم بڑھا کر دو تین دانے چگے پھر پانی کے چند قطرے حلق میں اتارے اور پھر پیچھے ہٹ کر حامد میاں کی طرف دیکھا۔ حامد میاں کا خوشی کے مارے بُرا حال تھا جب بھی وہ رک جاتا یہ کہتے "اور کھاؤ نہ یار" اتنے میں حامد میاں کی امّی طوطے کا خالی پنجرہ لئے کمرے میں داخل ہوئیں اور حامد میاں سے بولیں "بیٹا دانہ پانی کھلا پلا لو تو اسے پنجرے کے اندر بند کر دینا تاکہ بلّی سے محفوظ رہے بیچارہ" اس وقت حامد میاں کو بے حد خوشی ہو رہی تھی کیونکہ انہیں

ایسا بھولا بھالا پیارا سا دوست مل گیا تھا۔

اب حامد میاں کا زیادہ تر وقت اپنے پیارے دوست کبوتر کے پاس گزرتا اسکول سے آتے ہی وہ اسے پنجرے سے باہر نکال لیتے اس کا پانی بدلتے پیالی میں تازہ باجرہ ڈالتے اور تھوڑی دیر بعد پھر بند کر دیتے۔ کبوتر بھی حامد میاں سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ حامد میاں کو قریب دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار طرح طرح سے کرتا حامد میاں کو کتنی خوشی تھی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ چند ہی روز میں ان کا بھولا بھالا پیارا دوست صحت مند ہو گیا حامد میاں نے دیکھا کہ اب وہ اپنے زخمی ہو جانے والے بازو کو بار بار حرکت دیتا ہے اُسے جھٹکتا ہے وہ سمجھ گئے کہ اب ان کا کبوتر دوست اپنے بازو کی طاقت کو آزما رہا ہے یہ دیکھ کر انہیں اور بھی زیادہ خوشی ہوئی لیکن جب یہ خیال آیا کہ ان کا دوست اپنی قوت پرواز بحال ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے اُڑ جائے گا۔ تو وہ افسردہ ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے وہ کبوتر کو پنجرے میں بند کر کے اپنے بستر پر تکیئے سے منہ ڈھانپ کر لیٹ گئے

اُن کی امی نے جب خاصی دیر تک انہیں آنکھوں سے اوجھل پایا تو وہ انہیں دیکھنے کے لئے آئیں پہلے تو وہ حامد کو بستر پر لیٹے دیکھ کر ٹھٹھک کر رکیں پھر آگے بڑھ کر ان کے منہ پر سے تکیہ اٹھایا۔

حامد میاں کا منہ لال ہو رہا تھا اور آنسوؤں سے تکیہ بھیگا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئیں انہوں نے حامد میاں کے آنسو پوچھے اور انہیں لپٹا لیا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حامد میاں اپنے کبوتر دوست کے بچھڑ جانے کی پریشانی میں مبتلا ہیں امی نے انہیں سمجھایا کہ آزاد پرندے آزاد فضا میں ہی رہنا پسند کرتے ہیں" تم نے کبوتر کی دیکھ بھال کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے اب اسے آزاد کر کے اس کی خوشی پوری کرو۔ یہ سوچو کہ اگر تمہیں پکڑ کر کوئی پنجرے میں بند کر لے تو تم کتنے پریشان رہو گے

یہ بات حامد میاں کی سمجھ میں آ گئی اگلے روز انہوں نے کبوتر کو پنجرے سے نکالا اور صحن میں کھڑے ہو کر اُوپر اچھال دیا کبوتر نے اپنے پر پھڑ پھڑائے اور تیر کی طرح اڑ کر آنگن کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے گردن ٹیڑھی کر کے حامد میاں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر فضا میں اڑ گیا کبوتر اپنی آزادی پر بہت خوش تھا اس نے اڑتے اڑتے کئی غوطے لگائے اور حامد میاں چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے" یار اپنے گھر تو ہو آؤ کتنے روز سے غائب ہو اور یکلخت کبوتر نے ایک جانب پرواز شروع کی اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جس نے ڈالا ناک پہ چھلّا - وہ جیتا!
اسپارکل لیا تو ساتھ مِلا
اسپارکل
رِنگ ٹاس گیم
اب اسپارکل ٹوتھ پیسٹ کے ہر پیک میں
فارغ اوقات کیلئے ایک دلچسپ کھیل۔ رِنگ ٹاس گیم
رِنگ کو اچھالیئے اور جوکر کی ناک پر ڈالیئے
اسپارکل سے دانتوں کی مکمل حفاظت
رِنگ ٹاس گیم سے گھر بھر کیلئے دلچسپ تفریح
ہر پیک میں
مفت
مفت
Sparkle
TOOTH PASTE
Sparkle
TOOTH PASTE
Sparkle
Sparkle
اسپارکل ٹوتھ پیسٹ
دانتوں کی حفاظت۔ دلکش مسکراہٹ
Crescent Communications International

سونے کی ہوس

مار یہ زیدی

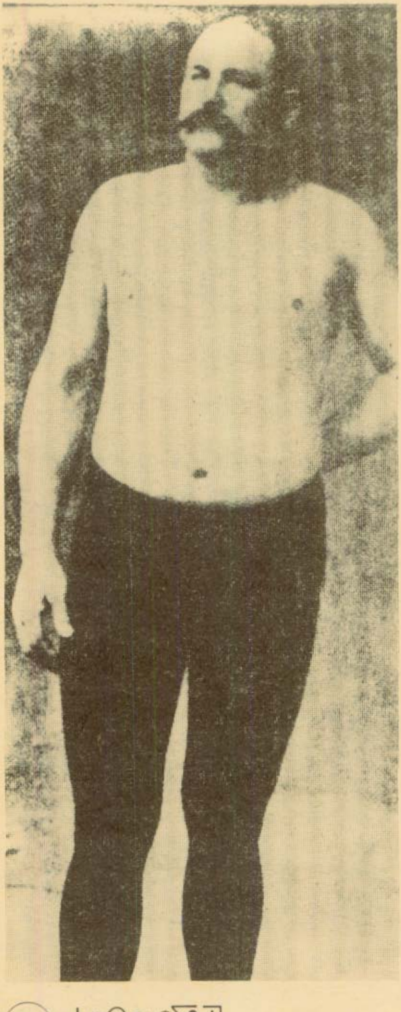

اُس کا نام یوسف تھا وہ ترکی کا رہنے والا تھا۔ لوگ اس کو بھیانک ترک کے نام سے جانتے تھے۔ وہ بہت بھاری بھرکم اور طاقت ور تھا۔ اس کا وزن لگ بھگ تین سو پونڈ تھا۔ اس کا چہرہ بہت ڈراؤنا تھا۔ سر ایک دم گھٹا ہوا۔ پورے ترکی میں اُس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہیں تھا۔

جب اُس نے ترکی کے سب ہی پہلوانوں کو ہرا دیا تو اُس نے سوچا کہ اب اُسے امریکہ کے پہلوانوں کو شکست دے کر نام کمانا چاہیئے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر "سونا" کمانا چاہیئے۔ یوسف کو سونے سے بہت پیار تھا۔ اُس کی سنہری چمک دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی چمکنے لگتیں اسے لگتا کہ دنیا بھر میں اُس سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف سونا ہے۔

امریکہ پہنچ کر اُس نے وہاں کے نامی پہلوانوں سے کشتیاں لڑیں۔ اس کی خوفناک شکل اور ڈیل ڈول کو دیکھ کر پہلوانوں کی آدھی جان تو ویسے ہی نکل جاتی وہ اُسے سامنے ٹِک ہی نہ پاتے اور منٹوں میں زمین چاٹتے نظر آئے۔ یوسف بہت مشہور ہو گیا۔ بس

ایک ہی بات لوگوں کو عجیب لگتی کہ کشتی لڑنے کا معاوضہ وہ ہمیشہ پہلے لیتا اور وہ بھی ڈالروں میں نہیں بلکہ سونے کی شکل میں سونا ملتے ہی وہ اُسے اپنی کمر میں بندھی پیٹی میں ٹھونس لیتا پھر کشتی لڑتا۔

ایک دن اچانک یوسف نے اعلان کیا کہ وہ کشتی سے ریٹائر ہو رہا ہے لوگ حیران رہ گئے۔ لوگوں نے اُس سے ریٹائرمنٹ کی وجہ پوچھی تو وہ بولا مجھے گھر کی یاد آرہی ہے میں اپنے ملک کی جانا چاہتا ہوں۔ یوسف کے مقابلوں کا انتظام کرنے والے لوگوں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانا سچی بات تو یہ تھی کہ اُس کا کمر بند سونے سے بھر گیا تھا۔ عام آدمی سے تو اتنا سونا اُٹھایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یوسف کو ڈر تھا کہ رات کو سوتے میں کوئی اُس کو قتل نہ کردے اس لئے وہ ترکی پہنچنا چاہتا تھا۔

ایک دن یوسف جہاز پر سوار ہو گیا، اس کا سونا اب بھی اُس کی کمر سے بندھا ہوا تھا۔ جہاز میں اُس نے اپنے لئے ایک خاص کیبن لے لیا تھا۔ رات دن وہ اُسی کیبن میں بند رہتا اندر سے اُس نے تالا لگایا ہوا تھا۔ صرف کھانے پینے کے وقت میں اُسے کھولتا پھر ایک رات سمندر میں خوفناک طوفان آگیا۔ جہاز ڈولنے لگا۔ سب طرف بھگدڑ مچنے لگی۔ جہاز ڈوبنے لگا۔ کپتان نے یوسف کے کیبن کا دروازہ کئی بار کھٹکھٹایا لیکن اُس نے دروازہ نہیں کھولا۔ وہ سوچ رہا تھا شاید سب لوگ مل کر اُس کا سونا لوٹنا چاہتے ہیں۔

جب جہاز میں پانی بھر گیا اور پانی بند کیبن کے اندر بھی آگیا تب یوسف کو اپنی بھول کا احساس ہوا۔ ساری دنیا کو گالیاں دیتا ہوا وہ کیبن سے باہر نکلا جہاز میں کوئی نہیں تھا۔ سب لوگ اپنی جان بچا کر جہاز میں رکھی ہوئی لائف بوٹس کے ذریعے نکل گئے تھے۔ یوسف گھبرا گیا۔

آخری لائف بوٹ بھی جہاز سے بیس پچیس گز دور جا چکی تھی، اُس نے ڈیک پر کھڑے ہو کر لوگوں کو آواز دی لیکن اسکی آواز طوفان کے شور میں دب کر رہ گئی۔

وہ جہازیوں کو گالیاں دینے لگا۔ غصّے سے اُس کا جسم کانپ رہا تھا۔ لیکن اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جہاز کی ریلنگ کے پاس کھڑا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔

اُس کا خیال تھا کہ وہ تیر کر لائف بوٹ تک جا پہنچے گا۔ لیکن اُس کی کمر سے بندھے سونے نے اُسے تیرنے ہی نہیں دیا بلکہ وہ ڈوبتا چلا گیا۔ جتنا ہی وہ اوپر اٹھنے کی کوشش کرتا سونے کا وزن اتنا ہی نیچے کھینچ لیتا۔ اگر وہ سونے سے لدی اپنی بیلٹ کو کھول کر پھینک دیتا تو شاید وہ تیرنے میں کامیاب رہتا۔ لیکن لالچ نے اُس کا پیچھا نہیں چھوڑا بھیانک ترک کو سونے سے پیار تھا۔ اور سونے نے ہی اُس کی جان لے لی۔

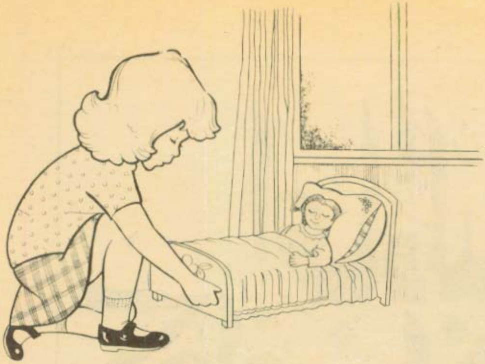

جگوی

نفیس فریدی

میری گڑیا رانی جاگو
اٹھو میرے ساتھ اب کھیلو

۱۔ سر پر سورج آپہنچا ہے
اور بھیا بھی اُٹھ بیٹھا ہے
امی کا غصہ دیکھا ہے
اٹھ جاؤ اب میری مانو
ننھی گڑیا رانی جاگو

۲۔ اب تک جو سوتا دیکھیں گی
امی پھر مجھ پر برسیں گی
دونوں ہی کو پھر پیٹیں گی
اُٹھو اُٹھو آنکھیں کھولو
میری گڑیا رانی جاگو

۳۔ تم کو جو سوتا دیکھے گا
بھیا فوراً آدھمکے گا
نئی شرارت پھر سوچے گا
چلو اُٹھو اب نخرہ چھوڑو
اچھی گڑیا رانی جاگو

۴۔ اٹھو میں، منہ ہاتھ دُھلاؤں
پوڈر اور سُرمہ بھی لگاؤں
پیارے سے کپڑے پہناؤں
اچھا لو بالائی کھالو
پیاری گڑیا رانی جاگو

۵۔ ابو، امی کا کہنا ہے
صُبح سویرے جو اٹھتا ہے
وہ دن بھر خوش خوش رہتا ہے
یہ عادت تم بھی اپنالو
ننھی گڑیا رانی جاگو

كُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا

اللہ کے بندوں تم سب بھائی بھائی بن جاؤ

Zamin Containers Industries

Manufacturers of all kinds of Tin, Cans, Printed & Plain
Office:- Fac. D/140-B, S.I.T.E., Manghopir Road, Karachi-16
Phones: 295663—295664

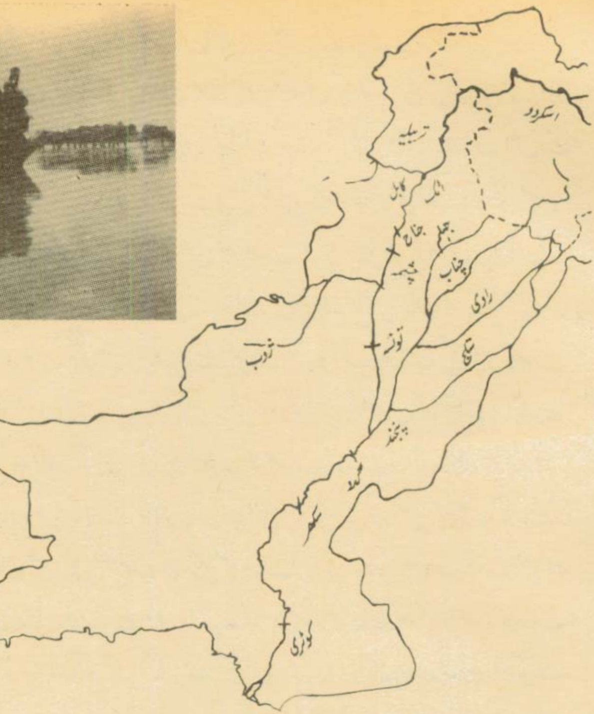

دھرتی پر میرا سفر

دریائے سندھ اپنے سفر کی رُوداد خود سُناتا ہے

دریائے سندھ کی کہانی خود اس کی زبانی کا دوسرا اور آخری حصہ مطالعہ کے لئے پیش خدمت ہے اس کی پہلی قسط گذشتہ شمارے میں آپ پڑھ ہی چکے ہوں گے۔ مضمون کے پہلے حصے میں دریائے سندھ نے اپنا سفر جناح بیراج تک مکمل کیا تھا۔ جناح بیراج سے بحیرہ عرب تک کا سفر دریائے سندھ کس طرح مکمل کرتا ہے۔ سید ابو احمد عاکف کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

جناح بیراج کے فوراً بعد میں میدانی علاقے میں مستقلاً داخل ہو جاتا ہوں جیسے ہی میرے بہاؤ کو محدود کرنے والی پہاڑیاں ختم ہوتی ہیں میرا بہاؤ کئی چھوٹے چھوٹے دھاروں میں بٹ جاتا ہے۔ یہ تمام چھوٹے بہاؤ نہ صرف بہت سست رفتار ہوتے ہیں بلکہ چند فٹ سے زیادہ گہرے نہیں ہوتے ہیں اگرچہ میدانی علاقوں میں میرا پاٹ بھی خاصا وسیع ہو جاتا ہے۔ مگر اس سے چوڑا میرا سیلابی میدان ہوتا ہے۔ یہ سیلابی میدان میرے

بہاؤ کے دونوں اطراف کی اس زمین کو کہتے ہیں جس پر میں اپنے شدید بہاؤ کے دوران پھیل جاتا ہوں. کئی جگہوں میں یہ آٹھ دس میل اور بعض جگہوں پر تو اس سے بھی زیادہ چوڑا ہوتا ہے. ان علاقوں میں میرے اوپر پل بنانا بہت مشکل ہوتا ہے اور اس کے لئے انجنیئر تو میرے بہاؤ کو مرکوز کرنے کے لئے پل تعمیر کئے جانیوالی جگہ سے کئی میل پہلے سے دونوں کناروں پر پشتے تعمیر کرتے ہیں پھر جب میرا بہاؤ کم چوڑے راستے سے گزرنے لگتا ہے تو پل وہاں بنایا جاتا ہے. ایسے پل ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازیخان میں بنائے گئے ہیں اور دونوں جگہ پل کی تعمیر سے کئی گنا زیادہ رقم پشتے بنانے میں صرف ہوئی ہے. ان سیلابی میدانوں میں میرا پانی اکثر زرعی اراضی اور فصلوں کو خراب کرتا ہے مگر قدرت کے نظام کو کیا کہیئے کہ یہی پانی جو فصلوں کو خراب کرتا ہے وہی سیلاب ختم ہو جانے کے بعد اپنے ساتھ اوپری بہاؤ کے علاقوں سے لائی ہوئی زرخیز مٹی چھوڑ جاتا ہے. اور یوں ان سیلابی علاقوں میں کئی فصلوں کی اچھی کاشت ہوتی ہے خصوصاً پٹ سن جیسے پودوں کی. ایک اور بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہر بیراج کے بعد میرا بہاؤ نہروں کے لئے پانی نکال لینے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے مگر کوئی دس پندرہ میل کے بعد بہاؤ ایک بار پھر چھوٹے نالوں اور کناروں کے زیر زمین پانی کے آملنے سے تیز ہو جاتا ہے.

جناح بیراج سے کوئی چالیس میل پر چشمہ بیراج ہے اور اسی جگہ پر پاکستان کا دوسرا ایٹمی بجلی گھر تعمیر کیا جا رہا ہے. اس بجلی گھر کی پیداواری صلاحیت کراچی کے ایٹمی بجلی گھر سے پانچ گنا زیادہ ہو گی. چشمہ بیراج کے بعد میرے اوپر جو اگلی قابل ذکر تعمیر کی گئی ہے وہ ہے دریا خان. ڈیرہ اسماعیل خان پل. یہ پل ان چار نئے سڑک کے رابطے والے پلوں میں سے ایک ہے جو حالیہ برسوں میں میرے اوپر سے گذارے گئے ہیں. دوسرے پل خیرآباد (اٹک) ڈیرہ غازی خان اور دادو. مورو میں بنائے گئے ہیں. خیرآباد کے پل کے علاوہ ان تمام پلوں کی تعمیر سے عوام کو بہت زیادہ سہولت ہو گئی ہے کیونکہ اس سے پیشتر ان مقامات پر صرف کشتیوں کے غیر مستقل پل تھے یعنی سردیوں میں جب میرا پاٹ کم ہو جایا کرتا تو بہت سی کشتیوں کو قریب قریب لاکر باندھا جاتا اور انہیں لکڑی کے تختوں سے منسلک کر دیا جاتا. گرمیوں کے دنوں میں جب پاٹ بڑھ کر ایک میل سے زیادہ ہو

جاتا ہے تو آرپار جانے کا ذریعہ صرف پرانے دو خانی جہاز رہ جاتے ہیں ان میں سے ایک جہاز جس کا نام جہلم ہے ۱۹۱۷ء سے اب تک ڈیرہ اسماعیل خان اور دریا خان کے درمیان مستقل استعمال میں رہا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد کا دوسرا بڑا شہر ہے اور یہیں صوبے کی دوسری یونیورسٹی جامعہ گومل واقع ہے۔

ڈیرہ اسماعیل خان سے چند میل کے فاصلے پر میرے دائیں کنارے سے دریائے ژوب کا پانی مجھ میں ملتا ہے۔ یہ دریا جو دریائے کابل کی طرح افغانستان سے آرہا ہے۔ اپنے ساتھ افغانستان کے چھوٹے دریائے گومل کا پانی بھی جنوبی وزیرستان کے علاقے سے ساتھ لاتا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے ڈیرہ غازی خان تک بھی میرا پانی کئی شاخوں میں چلتا رہتا ہے ان دو نسبتاً بڑے شہروں کے درمیان اور ڈیرہ اسماعیل خان سے تقریباً سو میل جنوب میں تونسہ بیراج ہے۔ یہاں سے مزید پچاس میل پر ڈیرہ غازی خان اور اس مقام پر بنا ہوا پل ہے

دریائے سندھ پر باندھا گیا تربیلا بند ایک طائرانہ جائزہ۔

جس نے ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے درمیانی سڑک کے سفر کو چار گھنٹے سے کم کر کے ایک گھنٹے کا کر دیا ہے۔

ڈیرہ غازی خان سے مزید جنوب کی طرف روانہ ہوں تو پچاسی ۸۵ میل کے سفر کے بعد میرا بہاؤ تقریباً دوگنا ہو جاتا ہے۔ یہاں مٹھن کوٹ نامی قصبے کے قریب پنجاب کے پانچ آب، راوی جہلم چناب بیاس اور ستلج مجھ میں ضم ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے پنجند اور یہ مقام سیاحوں کے لئے بہت دلچسپی رکھتا ہے۔ اس مقام کے بعد میری عظمت میں صرف چار نہیں بلکہ پانچ چاند لگ جاتے ہیں۔

پنجند سے کچھ پہلے میرا بہاؤ جو جناح بیراج سے یہاں تک تقریباً شمالاً جنوباً تھا اب جنوب مغرب کی سمت اختیار کر لیتا ہے۔ یوں ۶۵ میل کی مسافت کے بعد میں گدو پہنچ جاتا ہوں۔ گدو کا مقام جہاں اپنے بیراج کی وجہ سے مشہور ہے وہاں اس کی شہرت اس لئے بھی ہے کہ یہاں پاکستان میں کسی ایک مقام پر سب سے زیادہ بجلی بھاپ کے ٹربائنوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ یہاں کئی مراحل میں چھ یونٹ اس لئے نصب کئے گئے ہیں کہ یہ مقام بجلی کی تقسیم کے لحاظ سے (اور کافی حد تک جغرافیائی لحاظ سے بھی) ملک کے عین مرکز میں واقع ہے یوں گدو کو ملک گیر بجلی کے تقسیم کے نظام میں کلیدی حیثیت حاصل ہے رہی بات گدو بیراج کی تو اس کی خاص بات پٹ فیڈر نہر ہے جو صوبہ بلوچستان کو پانی مہیا کرتی ہے۔

قدرت کے کرشموں سے خاص لگاؤ رکھنے والوں کے لئے عموماً اور حیوانات کے ماہرین کے لئے خصوصاً گدو بیراج کے بعد کا حصہ اس لئے اہم ہے کہ یہاں ایک عجیب الخلقت آبی جانور پایا جاتا ہے۔ یہ ہے دریائے سندھ کی اندھی ڈالفن۔ ڈالفن جو وہیل کیطرح دودھ پلانے والی آبی نسل ہے عام طور پر گہرے سمندروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی خوش مزاج جانور ہے اور انسانوں کے ساتھ......

کھیل کود اسکا خاص مشغلہ ہے۔ آپ لوگوں نے ٹی وی پر غیر ممالک کے مچھلی گھروں میں اسے کرتب کرتے اکثر دیکھا ہو گا۔ مگر میرے پانی میں پائی جانے والی ڈالفن کی نسل بہت خاص ہے کیوں کہ یہ نسل صرف و صرف یہیں پائی جاتی ہے۔ گو چشمہ کے بعد سے ہی یہ اکا دکا نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں مگر ان کی زیادہ تعداد گدو اور سکھر کے بیراجوں کے

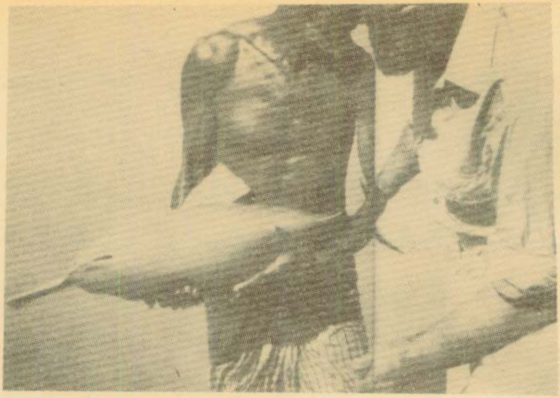

دریائے سندھ
میں پائی جانے والی
اندھی ڈولفن

درمیان پائی جاتی ہے اب یہ تو بتا دوں کہ یہ "اندھی" کیوں ہوتی ہیں، تو جناب یہ بہت قدیم زمانے کی بات ہے جب دنیا کی زیادہ تر سطح پر سمندر تھے۔ یہ پاکستان کا علاقہ بھی بحرِ ٹیتھیز TETHYS SEA کا حصہ تھا لیکن جوں جوں خشکی بڑھتی گئی اور مجھ جیسے دریا بنتے گئے کچھ سمندری مخلوق نمکین سے میٹھے پانی میں منتقل ہو گئی۔ مگر چونکہ میرا پانی ریت اور مٹی کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ شفاف نہیں اس لئے میرے پانی میں موجود ڈالفنوں نے ہلکے ہلکے لاکھوں سالوں میں اپنی بینائی کھو دی اور ساتھ ساتھ دوسرے محسوسات کو بہتر بنا لیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ میری ڈالفنوں کی تعداد انسانوں کی بے رحمی کی بنا پر روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ناقابل تلافی قدرتی خزانے کی حفاظت کی جائے مگر یہ ڈالفنیں جو پانچ فٹ لمبائی اور ۵۰ کلو وزن تک بڑھتی ہیں اپنی دشمن آپ ہیں۔ یہ انسان دوست ہونے کے ناطے اکثر دریا پر چلتی کشتیوں کے مسافروں کے ساتھ کھیلتی ہیں۔ اور گدّو اور سکھر کے درمیان میرے اوپر سب سے زیادہ کشتیوں کی آمد و رفت ہے۔ کافی سارے خاندان تو ان کشتیوں پر ہی اپنی پوری زندگی گزارتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو خاصی بڑی ہیں اور اس دور کی یاد دلاتی ہیں جب بیراجوں کی تعمیر سے پہلے میرے پانی پر خاصی تجارت ہوتی تھی۔

گدو سے سو (۱۰۰) میل کا سفر جس میں دس کے قریب بہت ٹیڑھے موڑ بھی ہیں طے

کرکے میں سکھر کے بڑے شہر پہنچتا ہوں. مگر سکھر شہر کے سامنے دوسرے کنارے پر روہڑی شہر سے متصل چونے کے پتھر کی چٹانوں کی وجہ سے میرا پاٹ آدھا میل رہ جاتا ہے. شہر کے ایک سرے پر ۱۸۸۰ء کا قدیم لینڈز ڈاون ریلوے پل ہے جواب صرف ہلکی موٹر گاڑیوں کے استعمال میں آتا ہے ۱۹۶۲ء میں اس پل کے ساتھ ہی جدید طرز تعمیر کا خوبصورت نمونہ "ایوب پل" تعمیر کیا گیا تھا. یہ دونوں پل سکھر شہر کے واضح نشان کے طور پر باہر سے آنے والوں اور شہریوں کے لئے خوبصورت نظارہ پیش کرتے ہیں. پرانا سرخ LANDSDOWN پل اور چمکتا ہوا نقرئی ایوب پل. پلوں سے تین میل بہاؤ کی جانب جدید فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ایک بیراج کی شکل میں موجود ہے. سکھر بیراج میرے پانی پہ سب سے پہلا بیراج تھا. ۱۹۳۲ء میں مکمل ہونے والے اس بیراج نے سندھ کے ریگستانی علاقے کی قسمت یکسر تبدیل کر دی. بہت بڑے بڑے پتھروں کو ہموار کرکے باہم جوڑ کے ذریعے بننے والے اس بیراج کی عظمت کا اندازہ صرف اسے دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے اب جب اس کے دیو ہیکل آہنی دروازوں کو تبدیل کیا جا رہا ہے تو ایک دروازے کی قیمت کا تخمینہ تقریباً چالیس لاکھ روپے لگایا گیا ہے.

تکمیل کو پہنچنے پر "لائڈ بیراج" (اس منصوبے کا اصل نام) دنیا کا واحد سب سے بڑا منصوبۂ آبپاشی قرار پایا. اس کی نہروں سے سیراب ہونے والا علاقہ ۵۵ لاکھ ایکڑ پر محیط ہے. آج نصف صدی کے بعد بھی اس بیراج کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں مگر اپنی تمامتر خوبیوں کے باوجود چونکہ بیراج میں کشتیوں کے پار جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں اسلئے سکھر کے بعد میرے پانی پر ہونے والی روائتی تجارتی آمدورفت اب ختم ہو چلی ہے اسی تجارتی آمدورفت کی وجہ سے قدیم سندھ میں موہنجو دڑو کی ثقافت و معیشت اسقدر بھرپور تھیں. بیراج کے بعد میرا بہاؤ انتہائی کم ہو جاتا ہے. اور میرا پانی چند فٹ گہرے جدا جدا راستوں سے گزرنے لگتا ہے بیراج کے بعد سے "سہون" نامی قصبے تک میرا رُخ جنوب مغرب کی طرف رہتا ہے. اور اسی بہاؤ کے درمیان سکھر سے ۷۵ میل کے فاصلے پر قدیم موہنجو دڑو کی بندرگاہ "پٹن" ہے. میرے دائیں کنارے سے آدھے میل کے فاصلے پر پانچ ہزار سال پرانی اس قدیم تہذیب کے آثار اور کھنڈرات آج بھی باہر سے آنے

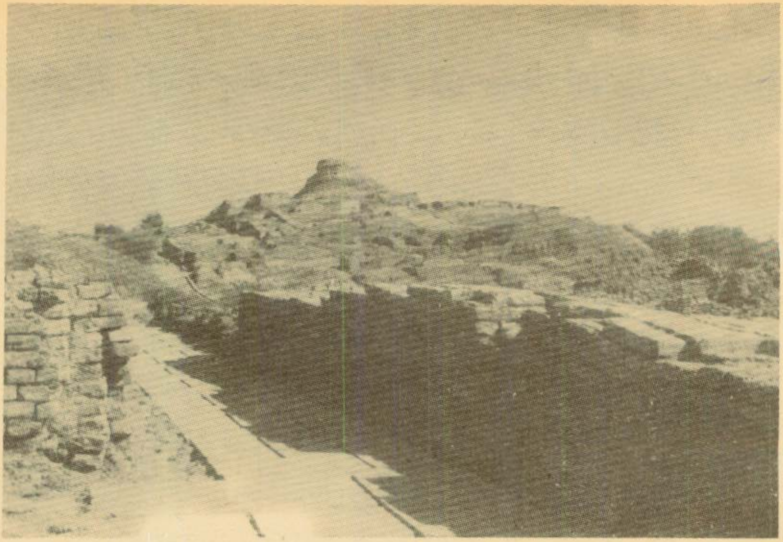

دریائے سندھ کے قریب پانچ ہزار سال قدیم تہذیب موہنجو دڑو

والوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہیں۔ کراچی کے عجائب گھر میں جہاں موہنجو ڈارو کی تہذیب کے بہت سے نوادرات محفوظ ہیں وہاں اس بندرگاہ پر اترتے ہوئے سامان کا ایک تصوراتی ماڈل بھی ہے۔ اور ہاں خاص بات یہ ہے کہ تاریخ و آثار قدیمہ کے ماہرین موہنجو داڑو کی تہذیب کو وادی دریائے سندھ کی تہذیب کے نام سے پکارتے ہیں۔

"پٹن" سے چالیس میل کی لگ بھگ میرا پانی نئے تعمیر شدہ دادو، مورو پل کے نیچے سے گذرتا ہے۔ دادو سے ۲۰ میل کے فاصلے پر اور سہون شہر سے ملحق ایک نہر میرے پانی کو منچھر جھیل میں لے جاتی ہے ۹۸ مربع میل پر پھیلی ہوئی یہ جھیل پاکستان کی سب سے بڑی قدرتی جھیل ہے۔ اس جھیل پر جنوبی سندھ کی کینجھر اور ہالیجی جھیلوں کی طرح موسم سرما میں سائبیریا سے بہت سے پرندے سردیاں گذارنے آتے ہیں۔

سہون سے میرا رُخ تبدیل ہو کر جنوب مشرق کی سمت ہو جاتا ہے اور یوں میرا سفر اسی سمت میں ہالا نامی قصبے تک جاری رہتا ہے۔ ہالا سندھ کے روائتی ظروف اور عمارتی ٹائلوں کے لئے بہت مشہور ہے۔

ہالا سے جنوب کی طرف بہتے ہوئے ۴۰ میل کے بعد میں حیدرآباد پہنچتا ہوں یہاں میرے پانی کو ایک بار پھر روک کر نہریں کاٹی گئی ہیں۔ یہ ہے کوٹری بیراج (جسے پہلے غلام محمد بیراج بھی کہا جاتا تھا) حیدرآباد جو میرے بائیں کنارے پر ہے پاکستان کا چوتھا بڑا شہر اور سندھ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ اس کے عین مقابل کوٹری کا قصبہ ہے۔

کوٹری کو جو میرے دائیں کنارے پر واقع ہے ۱۸۶۳ء میں کراچی سے ریل کے ذریعے منسلک کیا گیا تھا اور یوں اسے برصغیر کی پہلی ریلوے لائن کا ایک سرا ہونے کا فخر حاصل ہے کوٹری بیراج کی نہر K.B.FEEDER سے کلری یا کینجھر جھیل کو پانی مہیا کیا جاتا ہے جو پھر کراچی شہر کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بیراج کے فوراً بعد دریا پر ریل کے دو پل ہیں پہلے نیا جو ملک کے اوپری علاقوں کو جانے والی ریل گاڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ اور دوسرا پرانا جس پر کراچی جانے والی ریل گاڑیاں اور موٹر گاڑیاں گزرتی ہیں۔

کوٹری کے بعد میرا بہاؤ ایک بار پھر بیراج کی تعمیر کی وجہ سے بہت کم رہ جاتا ہے ویسے ہی اس مقام کے بعد خارج ہونے والا پانی سمندر کی نظر ہو جاتا ہے۔ کوٹری کے کچھ بعد میں آخری بار مختلف حصوں میں بٹ جاتا ہوں مگر اس بار یہ حصے قریب قریب نہیں رہتے اور نہ ہی یکجا ہو کر دوبارہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ سمندر میں جا گرتے ہیں۔ کسی بھی دریا کے اس حصے کو جو سمندر سے متصل ہو اور جس میں دریا کی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں اس کا ڈیلٹا کہتے ہیں۔ میرا ڈیلٹا تین ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے میری شاخیں بحر عرب کے کناروں پر ۱۳۰ میل کے علاقے میں مختلف مقامات پر سمندر میں داخل ہوتی ہیں یوں میرا کثیر بہاؤ جو ایک سال میں دو کھرب پچھتر عرب مربع میٹر ہوتا ہے۔ اپنے منطقی انجام کو پہنچتا ہے۔

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا ‌ ‌ میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

وھیل کا کھیل

وھیل کو اکثر لوگ مچھلی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مچھلی نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق دودھ پلانے والے جانوروں سے ہے اُس کی اوسط عمر ۵۰۰ سال ہوتی ہے اس کی لمبائی ۵۰ فٹ سے ۷۰ فٹ تک ہوتی ہے اور اس کا گھیر ۴۰ فٹ سے ۵۰ فٹ تک ہوتا ہے اس کا وزن ۹۰۰ من سے ۲۰۰۰ من تک ہوتا ہے۔ نیلی وھیل ۹۰ فٹ تک لمبی ہوتی ہے اُس کی شکل ایک آبدوز کشتی جیسی ہوتی ہے اور وزن ۲۰۰۰ من سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اپنے دانتوں کو
مزے سے صاف کیجئے
کرسٹل کے تین ذائقے، تینوں مزے دار
کرسٹل ریڈ جیل میں چیری، گرین جیل میں
منٹ اور کرسٹل وہائٹ میں منٹ فریش۔
کرسٹل سے برش کیجئے، ٹوتھ پیسٹ کا مزا
لیجئے دانت ہمیشہ صاف، چمکدار اور کیڑا
لگنے سے محفوظ۔
Crystal
سانس خوشگوار، دانت چمکدار
Crystal
Crystal
Crystal White
Super whitening Alumina toothpaste and mouth-wash in

ہے نا حیرت کی بات — ؟

ان صاحب کا نام البرٹ ہے ، لوگ ان کو موٹے البرٹ کے نام سے پکارتے ہیں۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مطابق زندہ انسانوں میں یہ دنیا کے سب سے بھاری انسان ہیں۔ جب یہ رات کا کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔ تو ایک فٹ بال ٹیم کے کھلاڑیوں کے برابر کھانا بھی انہیں ناکافی ہوتا ہے۔ ان کا وزن ۸۹۱ پونڈ ہے ان کے کولہے ۱۲۰ انچ چوڑے ہیں۔ ان کا قد ۶ فٹ ۴ انچ ہے انہیں اس وجہ سے "آدمی کا پہاڑ" اور کھانے کی مشین کہا جاتا ہے ان کے بیٹھنے کے لئے خصوصی طور پر اسٹیل کی ایک کرسی بنوائی گئی ہے۔ ان کی ٹانگوں کا قطر ۷۰ انچ ہے۔ کھانے کے پہلے مرحلے میں یہ تین پونڈ وزنی کیکڑا ڈکار جاتے ہیں اور کھانے کے درمیان ایک گیلن دودھ بھی پیتے ہیں۔ ان

فرق
صاف
ظاہر
ہے

کا کہنا ہے کہ جب یہ گھر پر ہوتے ہیں تقریباً ۲ درجن سینڈوچ اور ۴۰ مختلف دوسری چیزیں کھا جاتے ہیں، ایک مرغ مسلم (بھنا ہوا) پانچ پیازوں کے ساتھ ۶ گلاس فرانسیسی پیاز کا سوپ، ۴۸ اونس وزنی ایک خصوصی ڈش، سلاد کی بھری ہوئی پانچ پلیٹیں جو رات کے کھانے کی دعوت میں بہت سے مہمانوں کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ چار بھنے ہوئے آلو کریم کے ساتھ، مشروم کی کئی پلیٹیں چاول کی پانچ پلیٹیں۔ ڈبل روٹی ایک بڑا ٹکڑا اور لہسن کے بنے ہوئے ۴ پلیٹ ٹوسٹ، اب اور کیا بتائیں منہ میں پانی آرہا ہے ایک وزنی سا چاکلیٹ کیک ایک پنیر کا کیک جس میں ونیلا کا ذائقہ بھی ہوتا ہے۔ البرٹ صاحب کا کہنا ہے اگر راستے میں چلتے ہوئے وہ نمکین چیزیں (اسنیکس) نہ کھائیں تو راستے میں ہی بھوک سے مر جائیں۔

البرٹ صاحب ہی زیادہ کھانے کے ماہر نہیں ہیں بلکہ دنیا میں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے البرٹ کے جسم کو اتنے ہی کھانے کی ضرورت ہے۔ لیکن مغربی جرمنی کی کرسٹائین لینز کا کہنا ہے کہ وہ دبلی پتلی ہونے کے باوجود روزانہ سات ہزار کیلوریز پر مشتمل کھانا کھاتی ہیں۔ کرسٹائین کی عمر ۲۱ سال ہے ان کا وزن صرف ۹۹ پونڈ ہے سات ہزار کیلوریز حاصل کرنے کے باوجود ان کے وزن میں ایک اونس کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ کرسٹائین کا کہنا ہے کہ ان کی ساری تنخواہ اب صرف کھانے پینے میں خرچ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ گزشتہ سال مارچ میں ان کے وزن میں ۱۱ پونڈ کی کمی اچانک ہوگئی اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کی بھوک کی شدّت میں بھی اضافہ ہوگیا۔ کرسٹائین صبح ۴ بجے بیدار ہو جاتی ہیں۔ اور باورچی خانے میں جاکر دو رول توسوں پر جام لگا کر کھاتی

ہیں۔ اور ساڑھے چھ بجے انہیں پھر بھوک لگتی ہے۔ تو اُس وقت یہ ۱۲ اُبلے انڈے دو سنکے ہوئے سلائس دو مکھن سے بھرے سلائس، جو کے دلیے کا ایک بھرا پیالہ دودھ کے ساتھ ناشتہ کرتی ہیں اور کام پر جاتے ہوئے دو سیب اور سخت پنیر کا ایک ٹکڑا کھاتی ہیں۔ اور ساڑھے نو بجے انہیں پھر بھوک لگ جاتی ہے۔ تو وہ دفتر سے باہر نکلتی ہیں اور دو کیلے اور دہی کے دو کپ کھاتی ہیں۔ اور صبح کے کافی کے وقفے میں دفتر کے کیفے ٹیریا میں کیک کے دو سلائس کھاتی ہیں۔

کرسٹائین کا کہنا ہے دوپہر کے کھانے کے وقت تو میرا بھوک کے مارے دم نکل رہا ہوتا ہے۔

میں چار افراد کے کھانوں کے برابر کھانے منگواتی ہوں۔ ٹماٹر کی چٹنی کے ساتھ اسپاگٹی کی ایک بھری پلیٹ سلاد کی ایک پلیٹ کلیجی کے کچھ ٹکڑے اور ایک گلاس مشروب۔ سہ پہر کو میں کچھ اسنیکس کھاتی ہوں۔ اور شام کو میں بھنا ہوا مرغ مسلم مکھن لگی روٹی ایک پلیٹ فرنچ فرائی (آلو کے قتلے) اور بیئر کے تین ڈبے پی جاتی ہوں۔ شام کے درمیانی وقفے میں انگور اور کچھ پھل کھاتی ہوں۔

میرے شوہر کو میرے ساتھ ڈنر کرنے میں بہت لطف آتا ہے۔ میں اُن سے دوگنا کھاتی ہوں۔ میرا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے بھوک بہت لگتی ہے۔ میں ایک دن میں پانچ یا چھ بار کھانے کھاتی ہوں۔ میرے ڈاکٹر نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ میں ایک دن میں سات ہزار کیلوریز کی غذا استعمال کرتی ہوں۔ جبکہ ایک عام آدمی دن میں صرف تین مرتبہ کھانا کھاتا ہے۔

کرسٹائین کے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ کرسٹائین کا معاملہ میرے لئے نہایت انوکھا ہے۔ وہ جتنا کھانا چاہے کھالیتی ہیں اور اس کا ایک اونس بھی وزن نہیں بڑھتا۔ ان کے بہت سے میڈیکل امتحان لئے گئے لیکن کسی سے بھی کوئی وضاحت نہیں ہوئی اگر یہ کم کھائیں گی تو اُن کا وزن مزید گھٹ جائے گا اور یہ کمزور ہوجائیں گی شاید مر بھی جائیں۔ کرسٹائین کی تمام تر تنخواہ کھانے پر خرچ ہوجاتی ہے۔

پھول پہیلی

محمد امان خان دل

پھولے نہیں سماتا ہوں — سب کے من کو بھاتا ہوں
کانٹوں کی اک بستی ہے — جس بستی میں رہتا ہوں
بھینی بھینی خوشبو اپنی — میں ہر سو پھیلاتا ہوں
بچّے بوڑھے عورت مرد — سب کو گلے لگاتا ہوں
صحرا میں شادابی میں — ہر جا میں کھل جاتا ہوں
دنیا کے گوشے گوشے میں — ہاں! میں پایا جاتا ہوں
بچّو! آؤ ایک سبق — میں تم کو سکھلاتا ہوں
دیکھو! کانٹوں میں رہ کر — میں ہر دم مسکاتا ہوں
دکھ کا ہر آنسو اپنا — ہنس کر میں پی جاتا ہوں
جانا تم نے کون ہوں میں — بولو! کیا کہلاتا ہوں
راجا ہوں میں پھولوں کا — رنگوں کا شہزادہ ہوں

پُرلطف پُرذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہوئیسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
delicious
cool
refreshing
450 GRAMS
HOEST

غیر ملکی کہانی

پیتل کا لوٹا

م۔ ندیم

بہت دنوں کی بات ہے کسی شہر میں ایک مالدار آدمی رہتا تھا۔ اس کا نام فقیر چند تھا، وہ شہر کا سب سے مالدار آدمی تھا، مگر ساتھ میں بڑا کنجوس مکھی چوس بھی تھا اس کا حلیہ بھی عجیب تھا۔ باہر کو نکلتی ہوئی توند، چھوٹا سا قد، جب وہ چلتا تو معلوم ہوتا تھا کہ فٹ بال لڑھک رہی ہے۔ فقیر چند کی بیوی بہت اچھی عورت تھی وہ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھی منگل کے دن تو سیٹھ فقیر چند کی حویلی کے دروازے پر سارے شہر کے فقیروں اور اپاہجوں کا ہجوم رہتا تھا کیونکہ اس دن سیٹھ کی بیوی ہر فقیر کو ایک پاؤ آٹا خیرات دیا کرتی تھی۔ سیٹھ جی کو یہ بات بہت بری لگتی تھی مگر وہ بیوی سے ڈرتے بھی تھے اِس لئے کچھ کہتے بھی نہ تھے ایک بار سیٹھ جی نے بیوی کو سمجھایا بھی تھا" ان

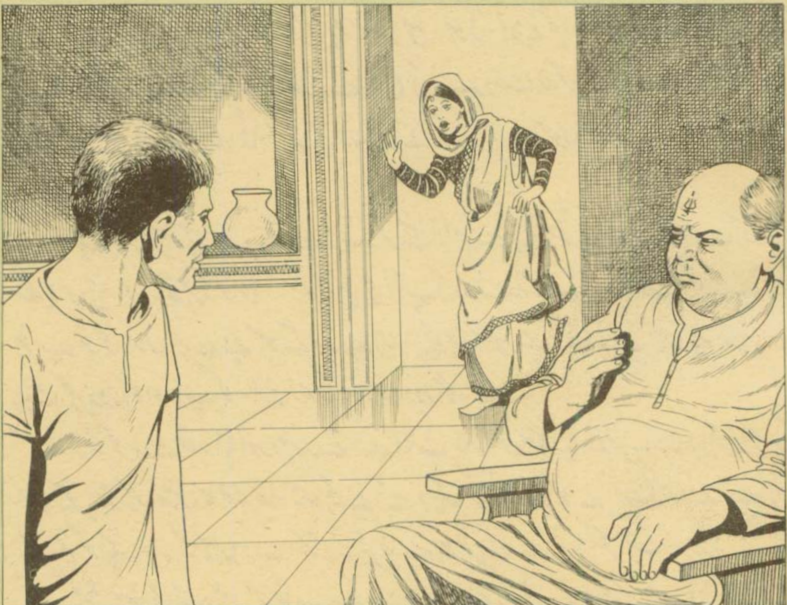

فقیروں سادھوؤں کو خیرات دینے سے کوئی فائدہ نہیں، یہ سب کام چور ہوتے ہیں۔ ہماری رحم دلی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، مفت خوری کرتے ہیں۔ آٹا بازار میں بیچ دیتے ہیں اور افیم کھاتے ہیں دم لگاتے ہیں اور موج کرتے ہیں یعنی ہم سب کو بیوقوف بناتے ہیں"۔ اس بات پر بیوی نے سیٹھ جی کو الٹی سیدھی سنائی تھی اور کہا تھا: "بھگوان نے جو ہمیں اتنی ساری دولت دی ہے وہ اسی خیر خیرات کا نتیجہ ہے"۔ پھر اس نے سیٹھ جی کو ان کی غریبی کا زمانہ یاد دلایا جب ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ سیٹھ جی کو اس بات سے سخت چڑ تھی کہ کوئی ان کو ان کا بیتا زمانہ یاد دلائے کہ وہ کیا تھے اور اب کیا ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو خاندانی سیٹھ کہتے تھے۔ اس لئے وہ چپ ہو رہے۔

دنیا کے دوسرے مالدار آدمیوں کی طرح سیٹھ فقیر چند کو بھی اپنی دولت بڑھانے کی فکر لگی رہتی تھی۔ ان کے گودام میں شکر، نمک، تیل، گیہوں، چاول اور دالوں کے انبار لگے رہتے تھے۔ وہ شہر کے سب سے بڑے تھوک بیوپاری جو تھے۔ جب قیمتیں بڑھیں تو سیٹھ جی کا خون بڑھ جاتا اور اگر بھاؤ گھٹتا تو سیٹھ جی پریشان ہو جاتے۔ ان کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی۔ بھوک غائب ہو جاتی۔

ایک سال ایسا ہوا کہ ملک میں بارش نہیں ہوئی۔ قحط پڑ گیا۔ اناج بازار سے غائب ہو گیا۔ اور غلّے کی قیمتیں بہت بڑھ گئیں۔ سیٹھ جی نے اناج کی فروخت بند کر دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اناج کی قیمتیں اور بڑھیں گی۔ منگل کے دن شہر کے فقیروں اور اپاہجوں کو جو آٹا ملا کرتا تھا وہ بھی ملنا بند ہو گیا۔

ایک دن صبح صبح جب سیٹھ جی ناشتہ کر کے آرام سے بیٹھے حقّہ پی رہے تھے ایک آدمی ان کے پاس آیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولا: "سیٹھ فقیر چند جی، آپ کی دولت بڑھے۔ آپ کی صحت اچھی رہے، میں غریب آدمی ہوں۔ میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ مجھے چند سیر چنے دے دیجئے۔ میں چنے کھلا کر ان کا پیٹ بھر دوں گا اور آپ کو ساری زندگی دعائیں دوں گا۔

سیٹھ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے اسے ڈانٹ پلائی اور بھگا دیا۔ دوسرے دن وہ آدمی پھر آیا اس کے ہاتھ میں پیتل کا لوٹا تھا۔ سیٹھ جی نے اُسے دیکھا تو غصے سے بولے۔ "اب کس لئے آئے ہو؟ میں تم کو ایک دانہ بھی نہیں دے سکتا اپنی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً نکل جاؤ ورنہ"۔
"مگر سیٹھ جی آپ ہی کے فائدے کی بات ہے"۔ اس آدمی نے بات کاٹ دی۔ "آپ مجھے

نہیں پہچانتے کوئی بات نہیں۔ کم از کم اس پیتل کے لوٹے کو تو پہچا... ہی ہوں گے۔ اس پر آپ کا نام بھی کھُدا ہوا ہے ــــ فقیر چند ولد گھسیٹ چند ــــ شاید آپ کو یاد ہو۔ جب آپ نئے نئے شہر میں آئے تھے تو یہ لوٹا رامو بھڑ بھوبجے کے پاس چار آنے میں گروی رکھا تھا ... آپ نے رسید بھی لکھ دی تھی۔ یہ بات ذرا پرانی ہے کوئی بیس سال پہلے کی۔ آپ اسے چھڑانا بھول گئے۔ خیر کوئی بات نہیں بڑے لوگوں کی یادداشت ہمیشہ کمزور ہوتی ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں آپ کی چیز کو واپس کر دوں۔ کیا خیال ہے کچھ یاد آیا آپ کو؟"

سیٹھ جی کا غصّہ یہ سنتے ہی کافور ہو گیا۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ان کی بات چیت تو نہیں سُن رہا ہے۔ پھر کہنے لگے "ہاں ہاں۔ مجھے خوب یاد ہے۔ تم نے اچھا کیا میرا لوٹا لے آئے میں ابھی تمہیں چار آنے دیتا ہوں، میرا لوٹا مجھے دے دو۔"

"ہا ہا" رامو ہنسا۔ سیٹھ جی آپ مذاق کر رہے ہیں۔ بیس سال میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ جب آپ کی جیب میں ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ آپ کا لباس ایک پھٹی دھوتی تھا۔ آپ کے پاس صرف ایک پیتل کا لوٹا تھا۔ آپ جب کنگال تھے۔ اب لکھ پتی ہیں۔ جب فقیر چند تھے۔ اب سیٹھ فقیر چند ہیں۔ ذرا آپ ہی ایمانداری سے کہیے، اس نایاب پیتل کے لوٹے کی قیمت کیا چار آنے ہی رہے گی"؟

"اچھا تو میں اس لوٹے کی قیمت پانچ روپے دوں گا۔ لاؤ میرا لوٹا مجھے واپس کر دو۔"

رامو نے اس لوٹے کو انگلیوں پر نچاتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے اس پر آپ کا نام بھی لکھا ہے۔ آپ نے جو رسید لکھی تھی اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں وہ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ میں سوچتا ہوں اس لوٹے کو بازار میں نیلام کر دیا جائے۔ آپ بھی وہیں قیمت لگائیے۔ بھلا سیٹھ فقیر چند کا لوٹا! اس کی قیمت تو ایک ہزار بھی کم ہے۔ ایک۔ دو۔ تین .... سیٹھ فقیر چند کا گروی رکھا ہوا پیتل کا لوٹا پھر سارا شہر جان لے گا کہ سیٹھ فقیر چند بیس سال پہلے کیا تھے۔ اچھا سیٹھ فقیر چند جی اب میں چلتا ہوں۔ آپ کا لوٹا میرے پاس حفاظت سے رہے گا۔" یہ کہہ کر رامو دروازے پر سے نکل کر یہ جا وہ جا۔ سیٹھ اُسے بلاتے ہی رہ گئے۔ مگر وہ نہ رُکا۔

سیٹھ جی کو سکتہ سا ہو گیا۔ بھوک غائب نیند کوسوں دور۔ ان کو رہ رہ کر یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ اگر اس رامو بھڑ بھوبجے نے ان کا راز فاش کر دیا تو کیا ہو گا۔ ان کی ساری عزت خاک

میں مل جائے گی۔ لوگ کیا کہیں گے۔ سیٹھ فقیر چند جس کو لوگ جھک کر سلام کرتے ہیں، جس کا لاکھوں روپیہ بینک میں جمع ہے۔ جس کی عزت سارے شہر میں ہے، وہ ایسا غریب آدمی تھا کہ پیتل کا لوٹا ایک بھڑ بھونجے کے پاس گروی رکھا؟ سیٹھ کو اپنے اوپر غصہ آرہا تھا۔ مگر سچ بات تو یہ تھی کہ انہیں کیا پتہ تھا کہ بیس سال بعد وہ لکھ پتی بن جائیں گے۔

بیس سال پہلے سیٹھ فقیر چند واقعی غریب آدمی تھے وہ اپنے گاؤں سے نوکری کی تلاش میں شہر آئے۔ جیب میں پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ کسی طرح پیدل سفر کرتے کرتے شہر تک آگئے تھے۔ نئی جگہ جان نہ پہچان بھوک نے الگ پریشان کیا۔ ناچار ہو کر ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔ انہوں نے اپنا پیتل کا لوٹا گروی رکھا اور چار آنے کی رسید لکھ دی۔ دو پیسے کے چنے لئے اور پیٹ بھرا۔

پھر فقیر چند کو ایک سیٹھ کے یہاں منیم گیری کی نوکری مل گئی۔ یہ سچ ہے کہ فقیر چند نے اتنی محنت اور ایمانداری سے کام کیا کہ سیٹھ کا اعتبار ان کو حاصل ہو گیا، تجوریوں کی چابیاں ان کے قبضے میں رہنے لگیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سیٹھ اچانک بیمار پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئے۔ فقیر چند کی نیت میں فتور آگیا۔ تجوری کھول کر انہوں نے ایک تھیلی نکالی اور چھپا دی۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی، سیٹھ کی موت کے بعد دولت کی تقسیم کے معاملے پر ان کے لڑکوں میں جھگڑا چلا فقیر چند کام سے الگ ہو گئے۔ شہر کے ایک کونے میں چھوٹی سی دکان کھول کر بیٹھ گئے رفتہ رفتہ دکان بڑھی اور فقیر چند سیٹھ فقیر چند بن گئے۔

سوچ سوچ کر سیٹھ جی ہار گئے۔ آخر ان سے نہ رہا گیا۔ دوسرے دن سویرے ہی وہ رامو بھڑ بھونجے کی دکان پر پہنچے۔ دیکھا تو ان کا لوٹا رسّی سے بندھا ہوا چھپّر میں لٹک رہا تھا۔ سیٹھ جی کو دیکھ کر رامو مسکرایا اور بولا "نمستے سیٹھ جی! آپ نے ناحق تکلیف کی۔ میں خود حاضر ہو جاتا بتائیے میرے لئے کیا سیوا ہے؟"

سیٹھ کار سے اترے اور رامو کے ساتھ اس کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں گئے۔ رامو نے ان کو چارپائی پر بٹھایا۔ خود زمین پر بیٹھا۔ سیٹھ کو رامو کا گھر اور اس کا حلیہ دیکھ کر اپنی بیس سال پہلے کی زندگی یاد آگئی۔ جب ان کی حالت بھی تقریباً ایسی ہی تھی۔

"رامو میں تم کو ایک ہزار روپیہ دوں گا۔ میرا لوٹا مجھے دے دو۔"

"سیٹھ جی آپ کا لوٹا آپ کے قدموں پر حاضر کر دوں گا۔ مجھے ایک پیسہ بھی نہیں چاہیئے۔ آپ

کی دولت آپ کو مبارک۔ میں اتنا ہی کہوں گا کہ آپ بھی کبھی غریب تھے۔ یعنی ہماری ہی برادری کے ایک معمولی سے آدمی ..... آج آپ بڑے آدمی ہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کے دُکھ درد کو بھول گئے ہیں۔ آپ کے گوداموں میں غلّہ پٹا پڑا ہے۔ ان گنت انسان بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو بھوکے مرتے انسان بچ سکتے ہیں۔ آپ کو اپنی عزت کی فکر ہے، بھوکے مرتے انسانوں کی نہیں۔" "تو تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مرتے ہوئے انسانوں کو بچایئے۔ اسی میں سچی خوشی ہے۔ یہ آپ کا فرض بھی ہے۔ میں آپ کا لوٹا نیلام کر سکتا ہوں مگر میں اتنا ذلیل آدمی نہیں۔ غریب ضرور ہوں۔"

(بشکریہ نہرو بال پستکالیہ)

آیئے بنیں آرٹسٹ

ہو بہو ایسی تصویر بنایئے

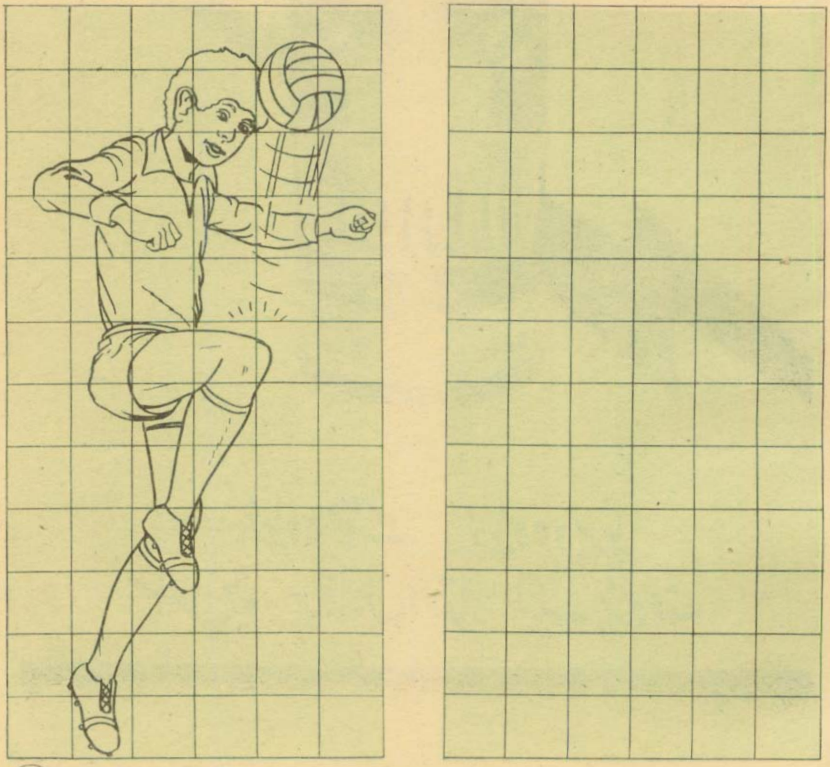

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

الہ دین بیٹری سیل

زیادہ قوّت — زیادہ دیرپا
مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پرُوف

086.MIL 5

MONA

کھیل اور گذشتہ سال

علی نوری

۱۹۸۶ء کا سال پورا ہوا۔ اب ۱۹۸۷ء ہمارے سامنے ہے آیئے کھیلوں کے حوالہ سے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ ۱۹۸۶ء میں دنیا اور اپنے ملک پاکستان کے حوالہ سے عالمی اسپورٹس میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں. کون ہارا، کون جیتا کس نے اپنا اعزاز گنوایا اور کون نیا چیمپئن بنا.

ہمارے ملک کا قومی کھیل ہاکی ہے. اگر ہم اس کھیل کے حوالہ سے بات کریں تو ۱۹۸۶ء ہمارے لئے کچھ اچھا سال نہیں رہا اس سال ہم پہلے تو سیئول میں میزبان ملک کے ہاتھوں اپنا ایشین گیمز ٹائٹل گنوا بیٹھے. جب کہ لندن میں ہمیں اپنے ورلڈ کپ اعزاز سے ہاتھ دھونا پڑا. اس سے قبل کراچی میں کھیلی گئی چیمپئنز ٹرافی میں ہماری پوزیشن تیسری رہی یہ ٹرافی مغربی جرمنی کی ٹیم نے جیتی جب کہ لندن میں آسٹریلیا نے نیا ورلڈ چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا. اب پاکستان کے پاس صرف دو اعزاز باقی رہ گئے ہیں. جن میں ایشیاء کپ اور اولمپک ٹائٹل شامل ہیں.

ہاکی میں صرف پاکستان ہی کو زوال کا سامنا نہیں ہے بلکہ ہمسایہ ملک بھارت کی حالت بھی خراب ہے۔ دراصل جب سے ہاکی کے کھیل کو آسٹروٹرف پر لازم کیا گیا ہے ان دونوں ممالک کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کیونکہ پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کے پاس فنڈز کی کمی کے باعث آسٹروٹرف کی خاطر خواہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ اگر ان ممالک کو آسٹروٹرف حاصل ہو جائیں اور وہ اپنے روائتی ایشیائی طرز کو اپنا کر رکھیں تو امکان ہے آئندہ سال ان ممالک کے ہاکی میں اپنے کھوئے اعزازت کو دوبارہ حاصل کرنے کے روشن امکانات ہو جائیں گے۔

ایک اور کھیل جس میں پاکستان کو عالمی بالادستی حاصل ہے وہ اسکواش کا کھیل ہے۔ بلاشبہ ہاشم خان، روشن خان، محب اللہ اور قمر زمان کے بعد اگر کسی نے اس کھیل میں لازوال شہرت حاصل کی ہے تو وہ روشن خان کے صاحبزادے جہانگیر خان ہیں۔ وہ ساڑھے پانچ سال تک ہر مقابلہ میں ناقابلِ شکست رہے لیکن فرانس کے شہر تولوز میں کھیلی گئی ورلڈ اوپن چیمپئن شپ کے فائنل میں نیوزی لینڈ کے راس نارمن نے ملائیشین اوپن کے سیمی فائنل میں ان کے گھٹنے میں آنے والی شدید چوٹ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جہانگیر خان کو شکست دے کر انہیں عالمی اعزاز سے محروم کر دیا۔ وہ جیوف ہنٹ کے بعد جہانگیر خان کو شکست دینے والے پہلے کھلاڑی ہیں لیکن دبئی اور ابوظہبی میں کھیلے گئے ٹورنامنٹ میں جہانگیر خان نے راس نارمن کو شکست دے کر اپنی اس ہار کا بدلہ لے لیا۔ جبکہ عالمی اعزاز کے دوبارہ حصول کے لئے انہیں یقیناً آئندہ سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ سوائے اس ایک اعزاز کے اور ملائیشین اوپن ٹائٹل کے جو قمر زمان کے پاس ہے جہانگیر اپنے پاس دنیا کے تقریباً تمام بڑے اعزازات کے مالک ہیں جن میں برٹش اوپن ٹائٹل بھی شامل ہیں۔ جہانگیر خان کے بعد ہمارے پاس جو کھلاڑی مستقبل کی امید قرار دیئے جا سکتے ہیں ان میں جان شیر زرق جہان خان اور عمر حیات ہیں لیکن ان کھلاڑیوں کو جہانگیر خان کی جگہ لینے کے لئے جہانگیر خان کی طرح اتنی ہی سخت محنت کی ضرورت ہے۔

توقع ہے کہ جہانگیر خان خود عالمی چیمپئن شپ میں اپنی پہلی شکست کے بعد مزید بڑے کھلاڑی بن کر ابھریں گے۔ جس کا اعتراف انہیں شکست دینے والے کھلاڑی راس نارمن نے بھی کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ جہانگیر خان اس شکست کی بدولت اور بڑے کھلاڑی ہو جائیںگے اور وہ اپنی خامیوں کو دور کر لیں گے۔ انہیں آئندہ شکست دینا بے حد مشکل ہو گا۔

دنیا میں سب سے زیادہ کھیلا جانے والا کھیل بلاشبہ فٹ بال ہے. فٹ بال کا ورلڈ کپ ٹورنامنٹ ہر چار سال بعد منعقد ہوتا ہے. ۱۹۸۶ء کے میکسیکو میں کھیلے گئے ورلڈ فٹ بال کپ میں ارجنٹائن کی ٹیم عالمی چیمپئن بن کر ابھری. ارجنٹائن کی ٹیم اس سے قبل ۱۹۷۸ء میں اپنے ہی ملک میں کھیلے گئے ورلڈ کپ کو جیت چکی ہے جب کہ ۱۹۸۶ء میں ارجنٹائن نے تین بار کی عالمی چیمپئن ٹیم اٹلی کو اس عالمی اعزاز سے محروم کیا، ۱۹۸۲ء میں اٹلی نے اسپین میں کھیلا گیا. ورلڈ کپ جیتا تھا۔ ۱۹۷۸ء میں ارجنٹائن کو کامیابی دلانے میں ان کے کھلاڑی ماریو کیمپس نے اہم کردار ادا کیا تھا جب کہ ۱۹۸۲ء کے ورلڈ کپ میں اٹلی کے کھلاڑی پاؤلو روسی کے شاندار کھیل کی بدولت ان کے ملک نے عالمی اعزاز حاصل کیا. ۱۹۸۶ء میں ارجنٹائن کی کامیابی دنیا کے مہنگے ترین فٹبالر ان کے کپتان ڈیگو ماراڈونا کی مرہون منت رہی اس کھلاڑی نے کوارٹر فائنل میں انگلستان اور سیمی فائنل میں بلجیم کے خلاف اپنے گول کرنے کی صلاحیتوں کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے حریف ٹیموں کو بے بس کیا اور اپنی ٹیم کو فائنل میں پہنچایا. جہاں ان کا مقابلہ دو بار کی عالمی چیمپئن ٹیم مغربی جرمنی سے ہوا. فائنل میں ماراڈونا کوئی گول تو اسکور نہ کر سکے لیکن وہ بہترین اکیمر ضرور ثابت ہوئے جس کی بدولت براؤن، والڈانو اور بروچاگا کے گول کی وجہ سے ارجنٹائن نے مغربی جرمنی کو ۳-۲ گول سے شکست دے کر ۱۹۸۶ء کا ورلڈ فٹ بال کپ جیت لیا

جہاں تک کرکٹ کا تعلق ہے ۱۹۸۶ء کا سال ویسٹ انڈیز ہی کا سال رہا. جس میں انہوں نے کئی ممالک کے خلاف ویوین رچرڈز کی قیادت میں ٹیسٹ اور ایک روزہ میچوں کی سیریز اور حال ہی میں شارجہ میں چیمپئنز کرکٹ ٹرافی جیتی لیکن پاکستان کی بھی اس سال کرکٹ میں غیر معمولی اگر نہ کہا جائے تو کم از کم شاندار کارکردگی تو ضرور رہی. پاکستان نے اپنے عظیم آل راؤنڈر عمران خان کی قیادت

ہیں قابل ذکر کامیابیاں حاصل کیں پاکستان نے شارجہ میں آسٹریلیشیا کپ جیتا ۔ جس میں اسٹار بیٹسمین جاوید میاں داد کی کارکردگی غیر معمولی رہی ان کے چھکے کی بدولت پاکستان نے بھارت کو ہرا کر آسٹریلیشیا کپ جیتا ۔ جب کہ ویسٹ انڈیز کے خلاف پاکستان نے ۱-۱ ، سے ہوم سیریز ڈرا کی ۔ پاکستان نے ویسٹ انڈیز کو فیصل آباد ٹیسٹ میں شکست دے کر اس کا برسوں کا ناقابل شکست ہونے کا ریکارڈ توڑ دیا ۔ اس سیریز میں پاکستان کی طرف سے عمران خان، جاوید میانداد ، وسیم اکرم اور سلیم یوسف (وکٹ کیپر) نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا ۔

جبکہ شارجہ میں کھیلی گئی چیمپئینز ٹرافی پاکستان جیت تو نہ سکا لیکن دوسری پوزیشن کے لئے پاکستان نے عالمی چیمپئن بھارت کو ایک سخت اور سنسنی خیز مقابلہ کے بعد تین وکٹوں سے شکست دے کر کامیابی حاصل کی ۔ جس میں کپتان عمران خان اور وسیم اکرم نے اپنی تباہ کن بولنگ کی بدولت بھارت کو قلیل اسکور پر آؤٹ کر دیا لیکن بعد ازاں مانندر سنگھ کی نپی تلی اسپین بولنگ کی وجہ سے پاکستانی بیٹنگ لائن دباؤ میں آگئی لیکن ایسے موقع پر پاکستان کے آل راؤنڈر منظور الٰہی نے نہایت ذمہ داری سے جارحانہ بیٹنگ کرتے ہوئے ۵۰ رنز ناٹ آؤٹ بنا کر میچ کا پانسہ پاکستان کے حق میں پلٹ دیا ۔ منظور الٰہی کو مین آف دی میچ قرار دیا گیا ۔ اب آئندہ سال پاکستانی ٹیم بھارت اور انگلستان

کا دورہ کرے گی جب کہ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں پاکستان اور بھارت کے مشترکہ زیر اہتمام کرکٹ کا ورلڈ کپ ان دونوں ممالک میں کھیلا جائے گا۔

باکسنگ میں ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء کو امریکی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن ٹریور بربک کو دوسرے ہی راونڈ میں ناک آؤٹ کر کے عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ ۲۰ سالہ مائیک ٹائی سن دنیا کی باکسنگ تاریخ کے سب سے کم عمر عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن ہیں۔

ٹینس کے کھیل میں سال کے اختتام پر مقابلوں میں کامیابیوں کے تناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے چیکوسلواکیہ کے ایوان لینڈل کو عالمی چیمپئن قرار دیا گیا ہے۔

۱۹۸۶ء کے ایشیئن گیمز میں پاک بحریہ کے افسران منیر صادق اور ذکاءاللہ نے کشتی رانی مقابلوں میں پاکستان کو طلائی تمغہ دلوایا۔ پاکستان اس سے قبل بھی ایشیئن گیمز میں یہ اعزاز حاصل کر چکا ہے۔

۱۹۸۶ء میں ۳۵ ویں قومی ہاکی چیمپئن شپ بہاولپور میں پاکستان کسٹمز کی ٹیم نے یو بی ایل کو ہرا کر جیتی۔ جب کہ فٹبال کی قومی چیمپئن شپ پی اے ایف کی ٹیم نے پی آئی اے کی ٹیم کو پشاور میں ہرا کر جیتی۔ فیصل آباد میں نیشنل بنک نے یو بی ایل کو ہرا کر ۱۹۸۶ء کی پیٹرنز کرکٹ ٹرافی جیتی۔ کراچی میں ۱۹۸۶ء کی پاکستان اوپن اسکواش ٹرافی جہانگیر خان نے انگلستان کے فل کینین کو شکست دے کر جیتی۔ جب کہ چوتھی ایشیئن کپ ٹیبل ٹینس چیمپئن شپ جو نومبر ۱۹۸۶ء میں کراچی میں کھیلی گئی چین نے اس میں ٹائٹل جیتے جب کہ پاکستان کے عارف خان ۱۲ ویں نمبر پر رہے۔ جو کسی پاکستانی کی اب تک کی بہترین کارکردگی ہے۔

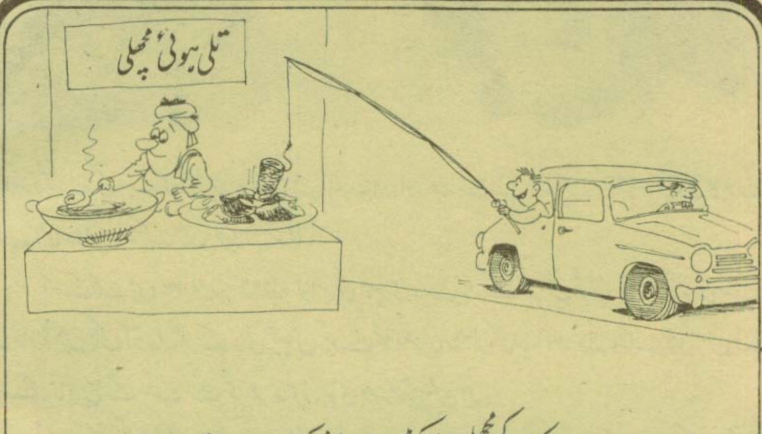

اب کون کچی مچھلی پہلے پکڑے اور صاف کرے ..... یہ بہتر ہے .....

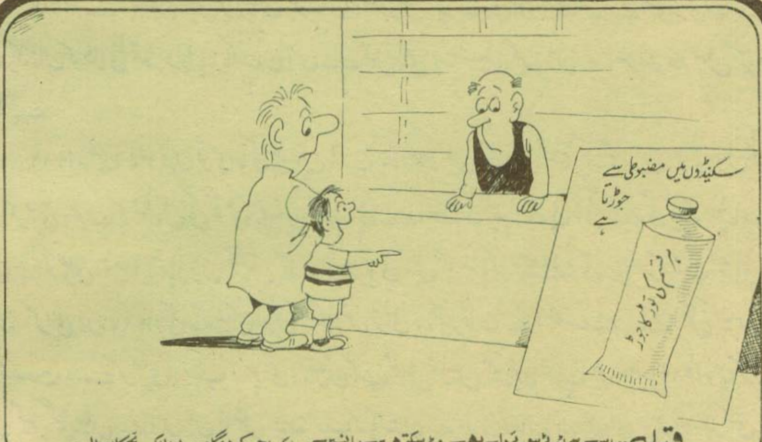

قبلہ .. اس سے ٹوٹے ہوئے دل بھی جڑ سکتے ہیں یا نہیں۔ (کراچی کے ہنگاموں پر ایک بچے کا سوال)

قسط نمبر ۶

رُومی بھیس بدلتا ہے

عظیم سرور

پہلی کامیابی

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے اتر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرُو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کہ موٹے گرُو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرُو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کردو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرُو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلّے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امیّ نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلّے کی عورتیں بھی جمع ہوگئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصّہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کرکے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہوگیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدھی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق نے لینے سے انکار کردیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس گستاخی کا بدلہ لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر یہی بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی مگر موٹے گرُو کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سیٹھ رفیق نے خوف سے اپنے بیٹے فرید کو گھر میں بند کر رکھا تھا۔ رومی بھی کافی احتیاط برتتا تھا۔ ایک دن رومی بازار میں جا رہا تھا کہ اسے موٹے گرُو کا ایک آدمی نظر آگیا۔ رومی نے اس کا تعاقب شروع کردیا۔ وہ شخص ہوٹل کے ایک کیبن میں جا کر بیٹھا تھا۔ رومی پہلے تو باہر کھڑا دیکھتا رہا پھر وہ ساتھ رومی کیبن میں جا کر بیٹھا دوسری طرف کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا تھوڑی دیر میں ایک دوسرا آدمی اس شخص سے ملنے آیا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل صبح گیارہ بجے گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے اس آدمی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب کی پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ گرُو کا یہ حکم اُسے ایک

آدمی کے توسط سے ملتا ہے۔ اور یہ کہ گرو خود کسی کے سامنے نہیں آتا۔ پہلا آدمی گرو کے ٹھاٹ باٹ پر بڑا رشک کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے اسے خرچ کے لئے روپے بھی نکال کر دیئے۔ اسی دوران رومی جلدی سے نکل کر باہر گیا تاکہ وہ اس کا چہرہ دیکھ سکے پہلے تو وہی آدمی نکلا جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا شخص تھا۔ جس نے رومی کو کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ دونوں باہر نکل کر ایک دوسرے سے تھوڑا الگ علیحدہ ہو گئے۔ رومی نے سوچا کہ تعاقب کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دینی چاہیئے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا مشکل تو یہ ہے کہ اس گروہ کے کسی آدمی کو پوری بات معلوم نہیں ہم اگر ان کے کسی آدمی کو گرفتار بھی کرلیں تو وہ ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ انسپکٹر نے کہا کہ مجھے مجرموں کے گرو کو پکڑنے کے لئے رومی کی مدد کی ضرورت ہے۔ رومی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہے۔ دوسرے دن صبح انسپکٹر نے رومی کو اس کا کام سمجھایا۔ رومی ایک پالش والے کے بھیس میں گاندھی گارڈن میں داخل ہوا۔ رومی پالش کروانے والوں کو کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہا۔ اُس کو کالے رومال والا شخص نظر نہیں آیا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ فوارے کے پاس ایک آدمی نے اپنی پتلون کی بائیں جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیر کر پسینہ پونچھنے لگا۔ رومی کے دل کی کلی کھل گئی۔ ——— اَب آگے پڑھیے

وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو کر بڑی ہوشیاری سے اُس آدمی کی حرکتیں دیکھنے لگا۔

یہ آدمی کافی لمبا تڑنگا تھا۔ چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں سب سے نمایاں تھیں فوارے کے پاس اپنے چہرے کا پسینہ خشک کرنے کے بعد اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر باغیچہ میں گھومنے لگا۔

رومی درخت کے نیچے اُسی انداز میں کھڑا رہا رومی کو کوئی اِس وقت دیکھتا تو یوں محسوس کرتا جیسے کوئی بھولا بھالا سیدھا سادھا سا لڑکا بے فکری کی دنیا میں کھویا ہوا ہے۔ لیکن .... لیکن حقیقت میں ایسی بات نہ تھی۔

رومی اوپر ہی سے بے فکر الگ رہا تھا۔ کوئی اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھتا تو اُسے پتہ چلتا کہ رومی کا دل کس رفتار سے دھڑک رہا ہے۔

مونچھوں والا آدمی روشوں میں بے مقصد پھر رہا تھا۔

وہ اِدھر اُدھر دیکھتا اور تھوڑی دیر بعد جیب سے کالا رومال نکالتا اور اپنے چہرے پر پھیر کر پسینہ خشک کرنے لگتا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ٹھگنا سا آدمی اُس کی طرف بڑھا۔

دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں۔

پھر دونوں نے بڑی گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ اور باغیچے میں ایک بنچ کی طرف چل دیئے۔ رومی کو پتہ چل گیا کہ یہ چھوٹے قد کا آدمی اکبر ہے۔

رومی نے سفید لباس والے سپاہیوں کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ہوشیار ہو گئے تھے۔

انہوں نے رومی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔
رومی نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور برش کو لہراتا ہوا۔
"بوٹ پالش! پالش! بہترین پالش۔"
کی آواز لگاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔
جس بنچ پر مونچھوں والا اور ٹھگنا آدمی بیٹھے تھے۔ رومی اُن کی طرف بڑھا اور اُن کے قریب پہنچ کر
زوردار آواز لگائی۔
"پالش! پالش!"
بوٹ پالش!
دونوں آدمی چونک پڑے، اور رومی اُن کے پاس رُک گیا۔
اور بولا۔
جناب پالش بناؤں؟

" نہیں" مونچھوں والے نے کہا۔

" صاحب! ایسا پالش کروں گا کہ جوتا شیشہ بن جائے گا"۔

کہہ تو دیا ایک دفعہ۔" نہیں بنوانی پالش"

" مونچھوں والے نے سخت الفاظ میں کہا"۔

رومی نے کہا یہ بیچارہ گرمی میں چلا آرہا ہے۔

" دماغ گرم ہے لیکن وہ اگر اس جگہ سے ٹل گیا تو کوئی بات بھی نہیں سن سکے گا۔

اُس نے چھوٹے قد والے آدمی سے کہا۔

" صاحب! تمہارے جوتے کا پالش تو پرانا ہو گیا ہے۔ تم ہی بنوالو، اصلی پالش لگائے گا۔

چھوٹے قد والے کو یا تو رحم آگیا۔ یا پھر وہ سر سے بلا ٹالنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا" اچھا کرو پالش"

لو جوتا اُتارلو!

رومی نے جلدی سے صندوقچی ایک طرف رکھی۔

برش اُس کے اوپر لٹکایا اور خوشی سے چھوٹے قد والے آدمی کے تسمے کھولنے لگا۔

بنچ سے اتنی دور ہٹ کر کہ دونوں کی آواز صاف سنائی دے۔ وہ دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔

اور بڑے پیارے جوتے پر برش پھیرنے لگا۔

چھوٹے قد والے جس کی آواز بھی باریک سی تھی کہہ رہا تھا۔" بھائی تم نے تو اتنی دیر لگا دی کہ میں تو بالکل

نا امید ہو گیا تھا"۔

مونچھوں والا آدمی بولا۔

" مصیبت تو یہ ہے نا کہ مجھے آج تین آدمیوں کو پیغام دینا تھا"۔

" اچھا؟"

" ہاں۔ اِس سے پہلے تو ہمیشہ میں ایک ہی پیغام لے کر چلتا تھا۔ لیکن آج صبح میرے گھر گرو کا آدمی

آیا اور اُس نے مجھے بتایا کہ تین جگہ پیغام دینا ہے"۔

" اس میں کیا راز ہے"۔

بس راز کیا ہے۔ وہ پیغام جن آدمیوں کے ذریعے پہنچانا ہوگا۔

" اُن کو کسی اور کام پر لگا دیا گیا ہوگا" یا گرو نے سمجھا ہوگا کہ شاید اُن آدمیوں کا پیچھا نہ کیا جا رہا ہوگا۔

" اچھا اچھا یہ وجہ ہے "
" چھوٹے قد کے آدمی نے کہا تو پھر کہاں کہاں گھوم آئے آج ؟ "
" بس پہلے تو کلفٹن گیا تھا۔ ایک صاحب کو وہاں پیغام دینا تھا وہاں تو کام جلدی ہو گیا۔ لیکن فریئر گارڈن میں دیر ہو گئی۔ ایک تو بعد کا آدمی مِلا دیر سے پھر بھیڑ بہت تھی۔
خیر کام ہو گیا۔
ردمی نے جوتوں پر سے مٹی صاف کر کے پالش لگانا شروع کر دی۔ وہ آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا
چھوٹے قد والا آدمی جس کا نام اکبر تھا کہنے لگا۔
ہاں تو بھائی! میرے لئے کیا پیغام ہے
مونچھوں والا آدمی بولا۔
تمہارے لئے یہ پیغام ہے کہ تم کو کل ریل کا سفر کرنا ہوگا۔ صبح تم حیدرآباد کا ٹکٹ خرید کر کراچی ایکسپریس میں سوار ہو جاؤ گے۔ راستے میں جس اسٹیشن پر بھی تم کو نیلی پگڑی والا آدمی کالے رومال سے چہرہ صاف کرتا ملے وہیں اُتر جانا۔
اور اُس سے کہنا " گرُدا اپرُوا ؟ "
وہ تم سے کہے گا " مالم پرُوا "
بس تم سمجھ لینا کہ یہی وہ آدمی ہے اُس آدمی کے پاس ایک صندوق ہوگا تم گاڑی سے اُتر کر اُس آدمی کے ساتھ ہی پلیٹ فارم پر بیٹھ جانا اور کراچی آنے والی گاڑی سے واپس آجانا۔
اکبر نے پوچھا ؟
" اور اِس صندوق کا کیا ہوگا "
مونچھوں والے نے کہا۔
" وہ صندوق تمہیں اپنے ساتھ لے کر آنا ہوگا۔
اکبر نے پھر پوچھا۔
" اور وہ آدمی واپس چلا جائے گا "
مونچھوں والے نے کہا۔
" نہیں وہ تمہارے ساتھ گاڑی میں سوار ہوگا۔ اگلے اسٹیشن پر وہ اُتر جائے گا۔ اُس کے بعد تم کو صندوق کراچی

لانا ہوگا۔

کراچی کے کینٹ اسٹیشن پر تم کو ایک آدمی ملے۔ وہ بھی تم سے کہے گا۔

"گُروا پُروا"۔

تم اُس کے ساتھ چل دینا۔ اُس کے پاس ایک نیلے رنگ کی کار ہوگی۔

صندوق اُس میں رکھوا کر خود بھی اُس میں بیٹھ جانا۔ کار تم کو صدر میں اتار دے گی۔

"اُس کے بعد تمہاری ڈیوٹی ختم"۔

"بہت اچھا"۔

مونچھوں والا آدمی پھر بولا "بس اب میری ڈیوٹی بھی ختم ہوئی ہے نا"

"ہاں ختم ہوگئی"۔

"اچھی طرح ہر بات یاد ہوگئی نا؟ یا ایک دفعہ پھر بتا دوں"۔

"ارے نہیں بھائی یہ تو بہت چھوٹا کام ہے"۔

گرُو کی دُعا سے میں نے بہت بڑے کام کئے۔

"ایسی ایسی شطرنج کھیلی ہے کہ ہر خانے کا خیال رکھا ہے"

"اچھا تو مجھے اجازت ہے"۔ مونچھوں والا آدمی بولا۔

"لیکن بھائی کوئی ناما تنانوا دلواؤ نا"۔

ناما تنانوا کیا ہوتا ہے"۔ مونچھوں والا آدمی بولا۔

ارے واہ بھائی ناما نہیں سمجھتے۔

"ناما مبلغ کو کہتے ہیں۔ روپے کو کہتے ہیں"۔

باپ بھلا نہ بھیّا۔

سب سے بڑا روپیہ۔

رومی نے بڑی نفرت سے پلٹ کر دیکھا۔ اکبر بتیسی باہر نکالے ہنس رہا تھا۔ رومی نے دل میں کہا۔

"ایسے ہی کتنے لوگ پیسے کے لالچ میں گندے سے گندا اور ذلیل سے ذلیل کام آسانی سے کر گزرتے ہیں"۔

مونچھوں والے آدمی نے کہا۔

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہوگی"۔

اکبر نے کہا۔" بھئی تم خود ہی سمجھ لو۔"

اس پورے مہینے کوئی پیسہ نہیں ملا۔

" اچھا اچھا کہہ کر مونچھوں والے نے جیب سے بٹوہ نکالا۔" اور نوٹ گن گن کر اکبر کو دے دیئے۔

" دیکھو ابھی تو یہ رکھو۔ باقی مال لانے پر گو کی طرف سے اِنعام الگ ملے گا۔"

" بہت اچھا! بہت اچھا بھائی۔ اکبر نے نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ پھر مونچھوں والے آدمی نے کچھ اور روپے نکالے۔ اور اکبر کو دیتے ہوئے بولا اور یہ روپے اُس آدمی کو دے دینا جو ریلوے اسٹیشن پر مال تمہارے حوالے کر دیگا۔

" بہت اچھا بہت اچھا بھائی۔" کہہ کر اکبر نے وہ نوٹ بھی جیب میں رکھ لیا۔

مونچھوں والا چلا گیا۔

رومی نے پلٹ کر اُس کی طرف دیکھا تو اُس کی آنکھوں میں کمینے آدمیوں والی چمک تھی۔

وہ بار بار اپنی جیب کو ٹٹول رہا تھا۔ شاید اس سے روپوں کی گرمی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ رومی کی طرف اُس نے دیکھ کر کہا۔

"کیوں بے پالش ہوگئی۔"

" جی جناب کہہ کر" رومی نے بوٹ لا کر سامنے رکھ دیئے۔!

" اکبر بولا"

" جس طرح یہ جوتے اتارے تھے اُسی طرح پہناؤ بھی ؟"

رومی نے کہا۔" جناب جوتے پہنانے کا کام ہم نہیں کرتے۔"

اکبر بولا۔

" تو اتارے کیوں تھے ؟"

رومی نے کہا۔" اُس وقت ہمارا مطلب تھا۔"

" کیا مطلب تھا۔" اکبر چونک اٹھا۔

رومی نے مسکرا کر کہا۔

" جوتا پالش کرنے کا۔"

اکبر بولا

"پیسہ نہیں لینا کیا۔"

رومی نے کہا "لینا ہے۔"

اکبر بولا "تو پھر جوتے پہناؤ۔"

رومی نے کہا۔ "وہ ہم نہیں پہنائے گا۔"

اکبر بولا۔ "تو ہم پیسہ نہیں دیگا۔"

رومی بولا۔

جاؤ مت دو۔ ہم پیسے کا لالچی نہیں ہے۔

"پیسے کا لالچی کتّا ہوتا ہے"؟

اکبر پھر ہنسنے لگا۔

رومی کو اُس کے پیلے پیلے دانت دیکھ کر گھن آنے لگی۔

وہ پلٹ کر اپنی صندوقچی کی طرف آیا اور پالش کی ڈبیہ۔ برش اور کپڑا وغیرہ سنبھالنے لگا۔

پھر کیا ہوا؟ آئندہ شمارے کی سنسنی خیز اور دلچسپ قسط پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا

دانہ دانہ لطف ہزار، تازہ تازہ ذائقے دار

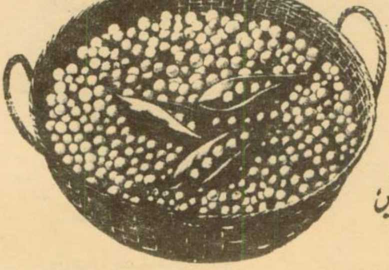

مٹر کی سبز پھلیوں سے صاف ستھرے دانوں کا انتخاب

احمد

کے

ٹن پیک میں اپنی قدرتی تروتازگی کے ساتھ ہر جگہ دستیاب ہیں

احمد فوڈ انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ORIENT

انور سعد

پنکھ ہوتے تو اُڑ جاتے

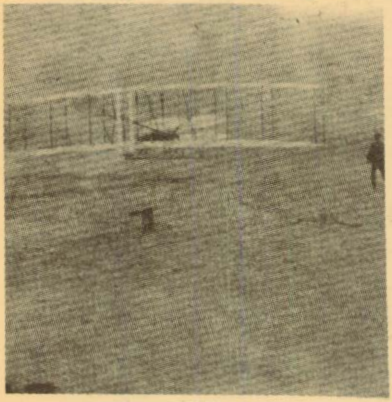

گہرے سیاہ رنگ کے بالوں والی ایک لڑکی جس کا نام کیتھرین ہے وہ شہر اوہیو کے ایک کشادہ لیکن پرانے طرز کے ایک مکان کے بڑے رہائشی کمرہ میں کھڑی ہے۔ اوپر سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے جہاں سے اس کے والد پادری ملٹن رائٹ اپنے اسٹڈی روم سے باہر کھڑے آواز دے رہے ہیں

"کیا میرے بیٹوں کا خط آیا؟"۔ پادری نے سوال کیا۔

کیتھرین نے سر ہلاتے ہوئے کہا" نہیں کوئی خط نہیں آیا"

اب تک وہ لوگ اپنے جہاز کو اُڑانے میں ضرور کامیاب ہو گئے ہوں گے۔

پھر افسردہ لہجہ میں بولتی ہے "فادر! کیا میں امید کروں کہ وہ کرسمس میں گھر آجائیں گے"۔ اب تو صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ کرسمس کے لئے۔ اور ہماری کرسمس تو دلبر اور اورول کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔

"ہوشیار! اب جہاز کے ونگ کو دیکھو!"

"ہوا کی رفتار ۲۵ میل فی گھنٹہ ہے۔ اسے رسّی سے مضبوطی سے باندھو۔ سات افراد مشین کے ارد گرد جمع تھے۔ وہی مشین جو شمالی کیرولینا کے کٹی ہاک ساحل کے ویران پٹی پر اُڑنے کے لئے آئی تھی۔ سارے لوگ مشین کو اس تیز وتند ہوا سے بچانا چاہتے تھے جس نے ریتوں

کو اڑا اڑا کر پورے علاقے کو غبار آلود بنا دیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ آس پاس چاروں طرف بادل چھا گئے ہوں۔ ان میں سے پانچ تو کٹی ہاک کے ادارہ برائے تحفظِ زندگی سے آئے تھے۔ یہ سمندری کارکنان تھے اور ویسا ہی لباس پہنے تھے۔ جب کہ باقی دو افراد انتہائی نفیس سوٹ میں ملبوس تھے۔

"اسے اس طرح پٹری پر ڈالو۔ ولبرٹ رائٹ نے کہا۔ لیکن ابھی اس وقت تک لٹکائے رکھو جب تک کہ ہم ان رسیوں کو مضبوطی سے نا باندھ لیں۔"

"بہت بُرا ہوا جو آپ لوگوں نے اس تیز ہوا میں ایسے تجربہ کا پروگرام بنایا۔" ایک سمندری کارکن نے کہا۔

"لیکن کل تو ہوا اور بھی تیز ہو جائے گی۔" اور ول رائٹ نے کہا۔

اور ہم لوگ زیادہ دِنوں تک انتظار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمیں کرسمس پر گھر جانا ہے۔"

ان لوگوں نے رسیوں سے جہاز کو مضبوطی سے باندھا اور پھر سبھی آ کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے، ہوا چند لمحے کے لئے ٹھہر گئی تھی۔ اس خاموش فضا میں صرف بحرِ اٹلانٹک کے تھپیڑوں کی آواز تھی۔ "بھوک لگ چکی ہے اب لگتا ہے کہ تقریباً دوپہر کا وقت ہے" ایک سمندری کارکن نے کہا۔

ولبر نے اپنی ایک بڑی چاندی کی گھڑی نکالی اور کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن کھانے سے پہلے ایک بار پھر کوشش کر لیں۔

"اب مشین اُڑانے کی تمہاری باری ہے وِل۔ اور ول نے کہا۔ لیکن یاد رکھنا رڈر کو آہستہ پکڑنا۔

آج ۱۷ ردسمبر ۱۹۰۳ء ہے۔ ولبر اور اور ول رائٹ (رائٹ برادران) آج صبح سے تین اُڑانیں لے چکے ہیں ۵۹۔۱۷ رفٹ کی بلندی تک اُڑے تھے لیکن سب سے بڑی اُڑان ۱۲ رسکینڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔

اور یہ اڑان بھی ناہموار تھی جہاز ۱۴ رفٹ کی بلندی تک ، اٹھتے ہی ایک جھٹکے کے ساتھ ۱۰ رفٹ نیچے آجاتا۔ جب کہ رائٹ برادران زیادہ اونچی اڑان لینا چاہتے تھے تاکہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ بلاشبہ یہ ایک حقیقی موٹر ہوائی جہاز ہے۔ ناکہ محض ہلکی گائیڈ۔

انسان کی اُڑنے کی خواہش تو ماضی میں ہمیشہ سے ہی رہی ہے۔ بے شمار لوگوں نے اس کے لئے کوشش کی۔ کچھ لوگ بہت ہی چھوٹی اڑان لینے میں بذریعہ گلائیڈرس کامیاب بھی ہوئے لیکن موٹر سے اُڑنے والا ہوائی جہاز جو بلندی پر جاکر ٹھہر سکے۔ ابھی تک کوئی بھی بنانے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ ولبر اور اور ول رائٹ کو پورا یقین تھا کہ وہ یہ کام کر دکھائیں گے۔ وہ ان لوگوں کی قطعی پرواہ نہیں کرتے تھے جو ان کی باتیں سُن سُن کر مذاق اڑاتے اور کہتے کہ "اگر انسان اُڑنے کے لئے پیدا ہوا ہوتا تو پیدائش سے ہی ان میں پنکھ لگے ہوتے"

رائٹ برادران بچپن سے اس مسئلہ پر غور کرتے آرہے تھے۔ وہ اُڑتے ہوئے پتنگ کو دیکھتے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتے کہ پتنگ ہوا میں ٹھہر کیسے جاتی ہے؛ اُڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پنکھوں کا استعمال کیسے کرتے ہیں۔ وہ سوچتے کہ وہ ضرور ہوا کے متعلق ایسی باتیں جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے۔

جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے ایک گلائیڈر بنایا۔ جو کہ اُڑ سکتا تھا۔ ان گلائیڈرس کے ذریعہ سیکڑوں اڑانیں لیں۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ہوائی جہاز بنائیں گے جو ہوا میں گلائیڈر سے زیادہ ٹھہر سکے اس کا یہ آئیڈیا دوسروں سے بہت مختلف تھا چنانچہ اس نے ہوا میں اُڑنے والی ایک چھوٹی مشین بنائی اور اسے اُڑا کر ٹیسٹ کیا۔

اور آخر کار ڈیٹن میں اپنے سائیکل کی دوکان پر انہوں نے ایک مکمل ہوائی جہاز بنا ہی لیا۔ اس میں لکڑی، تار اور ٹاٹ استعمال کئے گئے تھے۔

اتنی ہلکی چیزیں استعمال کرنے کے بعد بھی انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس پر ایک آدمی کے ساتھ ۷۵۰ پاونڈ کا سامان ڈالا جاسکتا ہے۔ ایندھن کے لئے گیسولین انجن کے چار سلنڈر استعمال کئے۔ پہیوں کی جگہ جہاز میں ایک چرخی استعمال کی گئی تھی۔ ویسی ہی جیسے کہ برف پر پھسلنے والی بے پہیوں کی گاڑی ہوتی ہے۔ اس چرخی کو ساٹھ فٹ کی اونچائی پر بنے پٹری پر رکھا گیا جہاز بنانے کے ساتھ ہی ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے کٹی ہاک پر تجربہ کیا جائے کیوں کہ عموماً اس موسم میں ہوا معتدل اور ہموار ہوتی ہے اور جہاز کسی خرابی کی وجہ سے زمین پر آگرے بھی تو ریت موجود ہو اور زندہ رہنے کے امکانات باقی رہیں۔

مہینوں کی سخت محنت کے بعد مکمل ہوتے اس ہوائی جہاز کو تجربہ سے گذارنے کے لئے اب وہ تیار ہو چکے تھے۔ انہیں یہ ثابت کرنا تھا کہ انسان واقعی اڑ سکتا ہے۔

ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا جو ولبر کی ٹوپی سے ٹکرایا۔ اس نے اپنی ٹوپی کو پکڑا کہ کہیں یہ اڑ نہ جائے۔ اپنے کوٹ کے کالر کو درست کرتے ہوئے وہ جہاز پر سوار ہو گیا۔ اور اس پر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ اس نے اسٹرنگ وائر کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا۔

"اورول! میرے بھائی۔ موٹر اسٹارٹ کر دو۔" اس نے پیچھے چہرہ گھما کر کہا۔ اورول کو موٹر اسٹارٹ کرنے میں ایک منٹ کا وقت لگا۔ موٹر اسٹارٹ ہوا۔

اورول نے کہا "سب ٹھیک ہے۔ بس شروع ہو جاؤ" رسی جو جہاز کو پٹری پر سنبھالے ہوئی تھی ہٹا دی گئی۔ جہاز پٹری پر چلنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ رفتار پکڑنے لگا۔ اورول اس کے پیچھے پیچھے دوڑا۔ جہاز کو پوری پٹری عبور کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ جیسے ہی اس نے رفتار پکڑی پھر سے فضا میں اڑ گیا۔

"خدا حافظ! ول۔ اورول نے موٹر کے ہنگامی شور میں اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا۔

وہ دوڑتے دوڑتے اب رک چکا تھا۔ اور جہاز کو اڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بہت غور سے ایک بار پھر وہی ہوا۔ کچھ دور جا کر جہاز کی اڑان ناہموار ہوئی اور پھر وہ ہوا کے دباؤ میں آکر ٹیڑھے خطرناک طریقے سے زمین پر گرنے لگا۔

"آآآآآہ۔ تمام لوگوں نے تقریباً چیخنا شروع کر دیا۔ ول! جہاز کے بائیں ونگ کو اوپر اٹھاؤ۔" اورول چیخ رہا تھا۔ حالانکہ اس کا بھائی بلندی پر اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔

اور پھر یہ ہوا کہ جیسے ہی زمین کی طرف جہاز جھکا خود ہی ٹھیک ہو گیا۔

"ٹھیک ہو گیا۔ ٹھیک ہو گیا۔" سب نے تقریباً ایک ساتھ کہا۔ جہاز نے اڑان لی۔ ہموار اڑان۔ مکمل کنٹرول کے ساتھ۔

"دیکھو دیکھو کیسے جا رہا ہے" ایک شخص بولا "ارے واقعی وہ تو۔ وہ تو اڑ رہا ہے۔" دوسرے نے کہا اورول نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ جہاز کو اڑتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ موٹر سے اڑنے والا جہاز۔ تاریخ انسانی کا پہلا واقعہ۔ انسان واقعی اڑ رہا تھا۔ اسے پنکھ لگ چکے تھے۔

اچانک جہاز کا ایک ونگ جھک گیا۔ تازہ ہوا کے جھونکے نے پھر اسے لپیٹ میں لیا تھا۔ جہاز زمین کی طرف گرنے لگا اور ریت کے ایک چھوٹے سے ٹیلے پر آکر رُک گیا۔ موٹر بند ہوگیا۔ سمندر کے لہروں کی شور فضا میں گونج رہی تھی۔ سارے لوگ اسی جانب دوڑے دوڑتے ہوئے ان کے پیر ریت پر پھسل رہے تھے۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ولبر جہاز سے باہر نکل رہا ہے اور بالکل محفوظ حالت میں ہے۔

دل! ول!" اور وِل پکار رہا تھا "تم ٹھیک تو ہو" وہ لوگ دوڑتے بھاگتے وِل کے پاس پہنچے تو اس نے کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں اور اور ول! میں نے اپنے کام کر لیے۔ میں نے اپنی گھڑی دیکھی۔ میں ۵۹ سیکنڈ اوپر رہا۔ ہم نے نیچے کی طرف بھی دیکھا تھا۔ میں تقریباً آٹھ سو فٹ بلندی پر تھا۔ سمندری کارکنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مبارک ہو، مبارک ہو"۔ ہم نے اپنی زندگی میں یہ ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے۔ انسان اُڑ بھی سکتا ہے؟ ان میں سے ایک نے حیرت سے کہا۔ ولبر رائٹ نے اپنے اوپر اُڑتے ہوئے سمندری مُرغابیوں کو دیکھا اور ہنستے ہوئے بولا۔ ہاں اُڑ سکتا ہے، لیکن اس مرغابی کی طرح مستعدی اور اطمینان کے ساتھ نہیں۔" اس نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا "لیکن بہت جلد انسان اُڑنے کے مقابلے میں ان پرندوں کو پیچھے چھوڑ دے گا۔"

پادری رائٹ نے اس خط کو پڑھا جو انہیں لکھا گیا تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ اور ول کا خط تھا۔ انہوں نے کیتھرین کو پکار کر کہا "وہ وہاں ہوائی جہاز پر فضا میں اُڑ چکا ہے! اُس نے چار اُڑانیں لی ہیں۔ کیتھرین نے دونوں ہاتھوں کو ملاتے ہوئے خوش خوش تقریباً چیختے ہوئے بولی کتنے خوش ہوں گے وہ دونوں۔ مجھے اپنے بھائیوں پر فخر ہے۔ آج انہوں نے ہم لوگوں کا سر اونچا کر دیا ہے"۔ کیتھرین کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ اپنے والد کی پوری بات سُننے سے قبل ہی وہ بھاگی ہوئی باورچی خانہ میں داخل ہوئی کیری! کیری! سنو۔ ایک بڑا مُرغ اور پکے گا۔ اوروِل اور ولبر آ رہے ہیں اس کے بعد پلٹ کر آئی اور مسکراتے ہوئے اپنے والد کے چہرے کو دیکھنے لگی۔

ساتھیو! یہ تھی رائٹ برادران کی کہانی جو ہوائی جہاز کے موجد ہیں۔

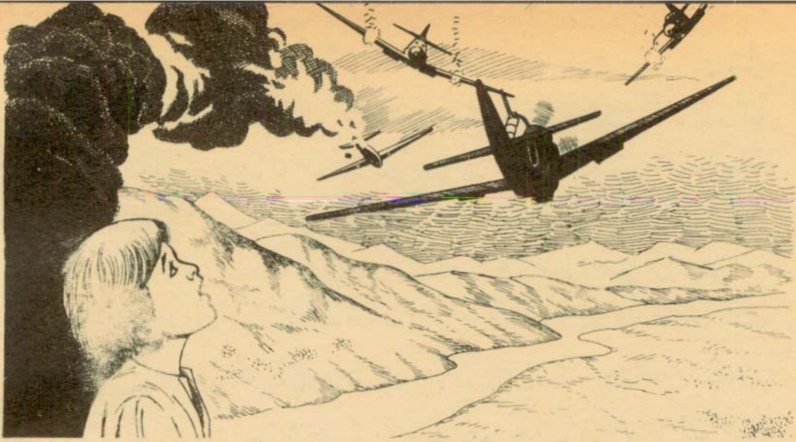

خُداحافِظ بیٹے!

سیّد عبدالودود شاہ

آسمان پر کئی جہاز اُڑ رہے ہیں۔ آگے پیچھے مختلف فاصلوں پر۔ مگر سب کا رُخ ایک ہی سمت تھا۔ اسکوارڈرن لیڈر اشفاق نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے سوچا۔ یہ تو ایسی جگہ ہے جہاں کوئی جہاز گر جائے تو کسی کو دھواں بھی نظر نہ آئے۔ انہوں نے اپنے جہاز کی رفتار ذرا کم کی۔ پل بھر کو ان کا دھیان اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ ان کا بیٹا صحن میں کھڑا ہر آتے جاتے جہاز کو غور سے دیکھ کر ہاتھ ہلا ہلا کر چِلّا رہا ہو گا۔ ابو۔ ابو دیکھئے۔ میں یہاں ہوں۔ اُن کی بیوی ہر مشن سے واپسی پر اُن کو یہی سنایا کرتی۔ آج اشرف دِن بھر صحن میں کھڑا رہا۔ کئی بار ہوائی حملے ہوئے مگر یہ خندق میں نہیں گیا۔ باہر کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ آپ اسے سمجھائیں۔ ان بیگم نے گویا روتے ہوئے کہا تھا۔ بھئی کیوں ڈرتی ہو۔ آخر سپاہی باپ کا بیٹا ہے۔ ڈر کر کیوں بھاگے گا؟ انہوں نے بیٹے کو گود میں اٹھا لیا تھا۔

"کیوں بیٹے۔ اپنی امی کو تنگ کرتے ہو؟"

"نہیں ابو۔ میں تو آپ کو دیکھتا ہوں۔" اشرف نے سر ہلایا۔

"ارے میاں میرا جہاز اتنا اوپر اُڑتا ہے۔ میں بھلا کیسے نظر آؤں گا۔"

"جب سورج اتنا دور ہو کر نظر آجاتا ہے تو آپ کیوں نظر نہیں آسکتے۔"

اپنے چھوٹے سے بچے کی بات پر پل بھر کو دونوں ماں باپ دم بخود ہی رہ گئے پھر اشفاق نے بیٹے کو لپٹا لیا۔ کہو بیگم۔ اب کیا سمجھتی ہو۔ تمہارے بیٹے نے کیا جواب دیا"؟

بیگم ہنس پڑیں۔ "آخر باپ کا بیٹا ہے اور کیا کہے گا۔"

اسکواڈرن لیڈر اشفاق نے گہری سانس لی۔ اب معلوم نہیں کہ مجھے اپنے اکلوتے بیٹے کی صورت دیکھنے کو ملے گی بھی یا نہیں۔"!

دوسرے ہی لمحے انہوں نے سر جھٹک دیا۔ میں تو صرف اپنے بیٹے کے لئے نہیں پوری قوم کی حفاظت کے لئے میدان میں نکلا ہوں۔ مجھے اپنے اشرف کے لئے نہیں، قوم کے ہر بچے کے لئے جنگ لڑنا ہے۔" ہیلو نمبر سیون بی۔"!

ٹرانسمیٹر پر کسی پائلٹ نے پکارا تو ان کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"یس سیون بی از کالنگ" انہوں نے مظفر کی آواز پہچان لی۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"سیدھے چلو۔" انہوں نے زیادہ گفتگو نہیں کی۔ وہ کسی خفیہ اڈے کی سمت جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ان کے جہاز آگے پیچھے ایک خفیہ مقام پر واقع فوجی اڈے پر اتر چکے تھے۔ تمام پائلٹ اپنے اپنے جہازوں سے اتر آئے تو انہوں نے سب کو ابھی آرام کرنے کی ہدایت کی اور خود ایک کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جنگ زوروں پر تھی۔ ہر روز دشمن کے جہازوں کے ہجوم آتے اور بے گناہ شہریوں پر بمباری کر کے فرار ہو جاتے۔ شاہین ان کے پیچھے لپکتے، اور اکثر ان میں آدھے سے زیادہ مار گرائے جاتے۔ باقی دم دبا کر بھاگ نکلتے۔ اسکواڈرن لیڈر اشفاق کو اطلاع ملی تھی کہ عنقریب ایک بڑا حملہ ہونے والا ہے۔ شمالی سرحدیں غیر محفوظ ہیں لہذا انہیں براہ راست فضائیہ کے سربراہ نے ایک اسکوڈرن لے کر اس اڈے پر ٹھہرنے کی ہدایت کر دی تھی۔ یہاں سے انہیں کسی بھی لمحے کسی قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنا تھا۔ جو کسی بھی لمحے میں آ سکتی تھی۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ اشفاق کی آنکھوں سے نیند غائب تھی، انہوں نے وضو کیا۔ تہجد کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہی تھا کہ ان کا دھیان ایک بار پھر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ ان کا بچہ صحن میں کھڑا اندھیرے میں بھی آنے جانے والے گولیاں اور بم برسانے والے طیاروں میں اس جہاز کو تلاش کر رہا ہو گا۔ جس میں اس کے خیال میں

اس کے ابّو ہوں گے۔ وہ چند لمحے کو وہیں کے وہیں بیٹھے رہ گئے۔ ان کے بچے کو کیا معلوم کہ اس کا باپ کتنی دور ویران اجنبی مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھی بھی اسی طرح اپنے گھروں میں اپنے ہنستے مسکراتے معصوم بچوں کو چھوڑ کر ان مسکراہٹوں کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی جان دینے نکل آئے ہیں۔ انہیں یوں محسوس ہوا کہ وہ اس سفر میں تنہا نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے ساتھی ہی نہیں، بے شمار پھول سے بچوں کی معصوم دعائیں بھی ہیں۔ انہیں یوں لگا کہ ہر گھر کا بچہ ان کا منتظر ہو۔ ٹرانسمیٹر کی کال نے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سائرن بج اٹھے۔ ان کے اندر کا سپاہی یک لخت بیدار ہو گیا۔ انہوں نے جائے نماز ایک طرف تہہ کر کے رکھی اور چند منٹ کے اندر وہ اپنے طیارے میں بیٹھے تھے اور طیارہ رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے یک لخت جہاز فضا میں بلند ہو گیا۔

انہوں نے پیچھے دیکھا۔ باقی جہاز ان کے پیچھے پیچھے بلند ہوتے جا رہے تھے۔ آج بہت بڑی تعداد میں دشمن جہازوں نے حملہ کیا تھا۔ زبردست معرکہ شروع ہو گیا۔ مشین گنیں آگ اگلنے لگیں۔ راکٹ پھٹنے لگے۔ نیچے طیارہ شکن توپیں دھاڑنے لگیں۔ کیپٹن اشفاق کی نظریں آسمان کی سمت اُٹھ گئیں۔ تبھی انہوں نے دیکھا ان کا ایک ساتھی ایک ساتھ چار دشمن جہازوں کے گھیرے میں آ گیا ہے۔ وہ تیزی سے ادھر لپکے۔ ایک کے مقابلے میں دو دو جہاز تھے۔ انہوں نے پہلے ہی حملے میں ایک جہاز کو زمین کا راستہ دکھا دیا۔ دوسرا دم دبا کر بھاگا ان کا ساتھی ابھی تک باقی دونوں جہازوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔ انہوں نے تیسرے جہاز کو نشانہ بنایا وہ آگ اور دھوئیں میں لپٹا ہوا زمین کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ تبھی انہیں زبردست جھٹکا لگا شاید کسی دوسرے جہاز نے نیچے سے آ کر برسٹ مارا تھا، جہاز چند ہی لمحوں میں پھٹنے والا تھا۔ اور اس کا تمام سسٹم جام ہو گیا تھا۔ ان کے جہاز میں آگ لگ چکی تھی۔ اور نیچے پہاڑیاں تھیں۔ شہادت کی منزل قریب دیکھ کر ان کے لبوں پر آسمانی مسکراہٹ اتر آئی۔ انکا بیٹا ان کا منتظر ہو گا۔ لیکن وہ مجاہد کا بیٹا ہے۔ کل باپ کی جگہ اس کی طرح فضاؤں پر معرکہ آرا ہو گا۔ راشد منہاس کی طرح۔ یا اشفاق کی طرح۔ "خدا حافظ بیٹے۔ خدا حافظ شہناز۔" انہوں نے زیر لب کہا۔ جہاز تیزی سے قلابازیاں کھاتا ہوا پہاڑیوں کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ پھر ایک زبردست دھماکہ ہوا اور ہر طرف دھواں پھیل گیا۔

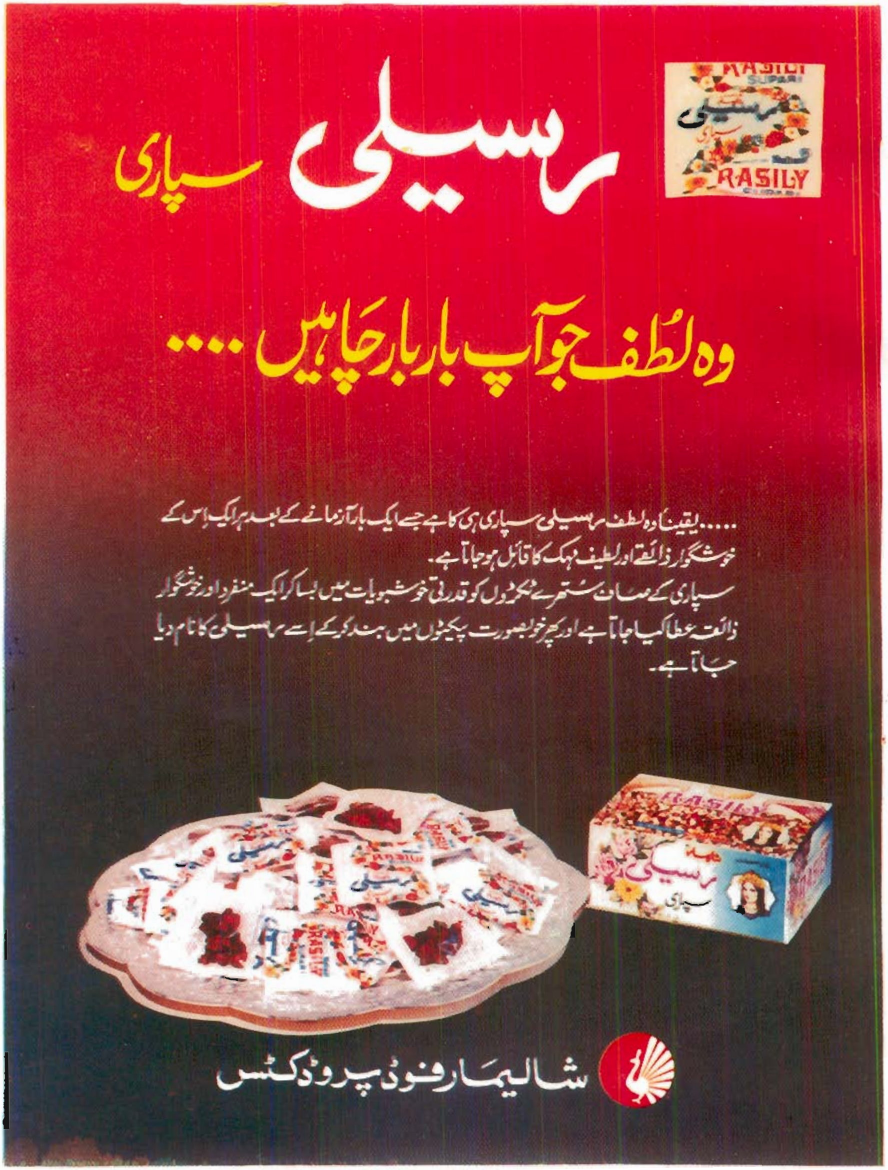
رسیلی سپاری
وہ لُطف جو آپ بار بار چاہیں....
.....یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک اِس کے
خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک منفرد اور خوشگوار
ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند کر کے اِسے رسیلی کا نام دیا
جاتا ہے۔
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

شیر اور شریر

نہانے سے کھانے تک
ساتھ ساتھ
ہے نا مزے کی بات ؟

ایک درخت کے نیچے چند دوست اور کاہل لڑکے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ تم میں سب سے زیادہ سست اور کاہل کون ہے۔ میں اسے انعام دوں گا۔ سب لڑکوں نے ہاتھ اٹھایا لیکن ایک لڑکا ویسے ہی بیٹھا رہا تو اس آدمی نے کہا مجھے لگتا ہے تم ہی سب سے زیادہ سست اور کاہل ہو۔ یہ لو تمہارا انعام پانچ روپے اس پر لڑکے نے کہا برائے کرم آگے بڑھ کر میری جیب میں ڈال دیں۔

شکیلہ شیرازی ——— ٹنڈو آدم

استاد: (شاگرد سے) ایک درخت کی تصویر بناؤ جس پر بہت سے پھل لگے ہوئے ہیں اور اس پر ایک بندر بھی بیٹھا ہو

(شاگرد نے تصویر بنائی) استاد: ارے یہ کیا! اس پر تو کوئی پھل نہیں لگا ہوا۔ شاگرد: جناب بندر تمام پھل جو کھا گیا ہے۔

نواد، شہزاد اور بہزاد حیدر، ——— گلبرگ پشاور، صدر

استاد شاگرد سے۔ امریکہ کہاں واقع ہے

شاگرد: جی معلوم نہیں

استاد: کرسی پر کھڑے ہو جاؤ۔

شاگرد: تو کیا جناب اس طرح نظر آجائے گا۔

مُنّا غسل خانے میں نہا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد غسل خانے میں کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ امی نے کہا: کیا گر گیا؟ مُنّے نے روتے ہوئے کہا: امّی وہ قمیض گر گئی تھی۔ امّی نے کہا: تو پھر رو کیوں رہے ہو۔ منّا بولا: امّی قمیض میں بھی تھا۔

خواجہ محمد عمر ——— خیابان سرسید راولپنڈی

پہلا آدمی: اس بوسیدہ مکان میں بالکل نہ آئیے اس میں صرف گدھے ہی رہ سکتے ہیں۔

دوسرا آدمی: یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟

پہلا آدمی: میں اس میں چار سال رہ چکا ہوں۔

محمد یعقوب یعقوب ——— حویلیاں ہزارہ

بہت گرمی تھی۔ بس اسٹاپ پر مسافروں کی
بھیڑ تھی۔ سب گرمی سے پریشان تھے۔ بسیں تھیں
ہ آہی نہیں تھیں۔ ایسے میں ایک فقیر آیا اور سب
مسافروں سے ایک ایک روپے کا سوال کیا۔ سب
ے ایک ایک روپیہ دیا۔ تو رکشے میں بیٹھ کر
بلا گیا۔

جہ بابر حسنین انجم عاجز ــــــــــ عارف آباد بیدیاں روڈ لاہور

پہلا کھلاڑی:۔ کیابات ہے؟ تم اتنے رنجیدہ
یوں ہو؟

دوسرا کھلاڑی:۔ میرے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ آپ
ی کھیلنا فوراً بند کر دیں۔

پہلا کھلاڑی:۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر نے تمہیں
ی کھیلتے دیکھ لیا ہے۔

ید ذاکر قریشی ــــــــــ ٹنڈوالہیار

استاد:۔ (شاگرد سے) کفایت شعاری سے کیا مراد ہے
شاگرد:۔ یہ شاعری کی ایک نئی قسم ہے جو ابھی
ود میں نہیں آئی۔

فروز اطہر ــــــــــ

ایک میراثی غریب ہو گیا اور جب کھانے کو کچھ
ہا تو اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ "بچوں کو ننھیال بھیج دو
م خود اپنی والدہ کے گھر چلی جاؤ۔ میرا اللہ مالک ہے۔
ں اپنے سسرال چلا جاؤں گا"۔

ں احسان لیاقت آباد ــــــــــ کراچی

کسی شخص کو اتفاق سے ایک بڑا سرکاری عہدہ مل گیا۔ اس کے دوست احباب خوش ہو کر مبارکباد دینے لگے مگر اس نے کسی کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیا۔ ایک آدمی سے اس نے دریافت کیا۔ تم کس لئے آئے ہو؟
اس نے جواب دیا: افسوس کے لئے آیا ہوں میں نے سُنا ہے کہ آپ اندھے ہو گئے ہیں۔

محمد پرویز آرائیں شرقپور خورد ــــــــــ لاہور

عبوری حکومت (۴۷-۱۹۴۶ء) کی مخلوط کابینہ کے اجلاس میں ولبھ بھائی پٹیل دیر سے پہنچے ایک کرسی سردار عبدالرب نشتر کے قریب خالی تھی مگر سردار پٹیل اس پر بیٹھنے کے بجائے کھڑے رہے۔
لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ خالی کرسی اٹھا کر نہرو کی نشست کے پیچھے لے گئے اس پر وائسرائے نے کہا:
"مسٹر پٹیل تم سردار نشتر کی بڑی مونچھوں سے خائف ہو؟ چہرہ شیر کا اور دل چوہے کا! ایک سردار دوسرے سردار سے اتنا خائف کیوں ہے!" مونٹ بیٹن کے ان الفاظ پر محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

عمران مشتاق ــــــــــ کوئٹہ بلوچستان

ٹی وی پر ایک دیہاتی کا انٹرویو ہوا۔
جی ہاں میں بار بار کہوں گا کہ ہمارے گاؤں والوں کی صحت بہت اچھی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پندرہ سال میں صرف ایک آدمی مرا ہے۔
بہت خوب آپ بتانا پسند کریں گے کہ وہ کون

بدنصیب تھا اور کسی مرض میں مبتلا کا انتقال ہوا۔

وہ ہمارے گاؤں کا ڈاکٹر تھا اور اس کی موت فاقوں کے باعث ہوئی۔

کے ایم خالد ——— فیصل آباد

ایک دوست (دوسرے سے) کیا یہ بات سچ ہے کہ جب ہچکی آئے تو کوئی یاد کرتا ہے۔

دوسرا دوست: کم از کم آخری ہچکی کے لئے تو یہ بالکل سچ ہے۔

مظہر شاہ بخاری محلہ بلوچاں ——— پنڈ دادنخان

ایک مریض ڈاکٹر کے پاس آتا ہے، اور اس سے کہتا ہے، میں کل آپ سے دوا لے گیا تھا۔ مگر اب بھی میری طبیعت خراب ہے۔

ڈاکٹر کہتا ہے " دوا پی لی تھی؟"

مریض: دوا پیلی نہیں لال تھی۔

محمد اشرف کمال ——— آگرہ تاج کالونی، کراچی

باپ (حلوائی سے) آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میرا بیٹا گونگا ہے۔

حلوائی: جی کل اس نے میری دکان سے تین رس گلے کھا لئے میں نے بہت پوچھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جج: (ملزم سے) تم پر سائیکل کی چوری کا الزام جھوٹا ثابت ہو گیا ہے، لہٰذا تمہیں بری کیا جاتا ہے۔

ملزم: تو جناب میں اب سائیکل رکھ سکتا ہوں۔

فاخرہ فاروق ——— سیالکوٹ

وکیل (ڈاکٹر سے) آپ کی ذرا سی غلطی انسان کو چھ فٹ نیچے دفن کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر (وکیل سے) آپ کے ذرا سی غلطی آدمی کو چھ فٹ اوپر لٹکا سکتی ہے۔

استاد: اگر تم مغرب کی طرف چلے جاؤ تو کہاں پہنچو گے۔

شاگرد: جناب میں غروب ہو جاؤں گا۔

استاد: اسلم بتاؤ چینی سب سے زیادہ کہاں ملتی ہے۔

اسلم: چین میں

استاد: دنیا میں سب سے میٹھی زبان کس کی ہوتی ہے۔

شاگرد: جناب حلوائی کی۔

ایک شخص دوسرے سے میری آنکھ میں درد ہو رہا ہے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

دوسرے شخص نے جواب دیا ایک مرتبہ میرے دانت میں درد ہوا تھا تو میں نے اپنا دانت نکلوا دیا بس تم بھی ایسا ہی کرو۔

سید احمد آفتاب ——— فیصل آباد

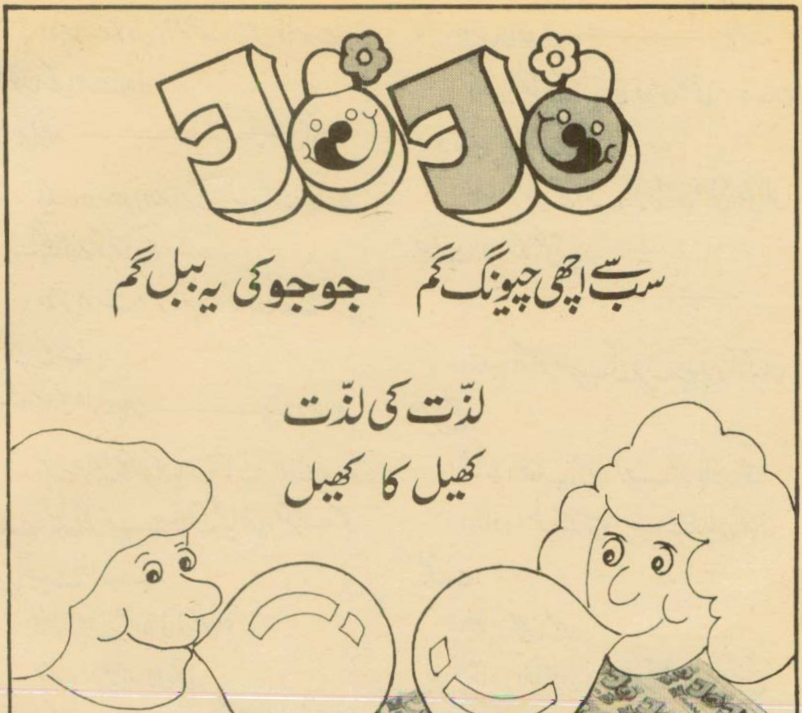
جوجو
سب سے اچھی چیونگ گم
جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

قباچہ

احمد حاطب صدیقی

زُوبی میاں ہیں تو ننھے مُنّے سے، مگر آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ اتنی سی عُمر میں ان کے چشمہ لگ چکا ہے. بات یہ ہے کہ امّی ابّو کی بات ایک کان سے سُنتے، دوسرے سے اُڑا دیتے کہنا ماننے کی عادت تو بالکل ہی ختم ہو گئی تھی. امی کہتیں کہ.

"زُوبی بیٹا! باہر دُھول مٹّی میں مت کھیلا کرو، آنکھوں میں گرد پڑے گی تو آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور کپڑے الگ گندے ہوں گے!"

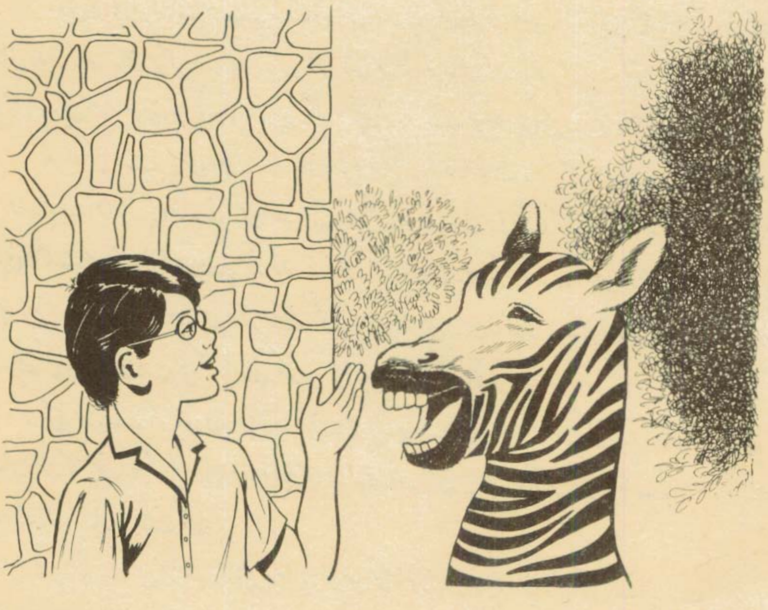

اور زوبی صاحب فرماتے کہ .

"ارے امی، گڈو، پپو، رجو، عالی کے اوپر جب میں ڈھول پھینکتا ہوں تو وہ بری طرح بھاگتے ہیں کہ میں خود ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہوں .

سچی بڑا مزہ آتا ہے !"

امی ڈانٹتیں کہ ؛

"ارے نالائق، دوسرے بچوں پر بھی مٹی اُڑاتا ہے ؟ !!! چھی چھی کتنی بُری بات ہے . خبردار جو تم نے اب ایسی حرکت کی . تمہارا باہر نکلنا بند کر دوں گی ."

مگر زوبی میاں باہر نکلنے سے کب باز آنیوالے تھے ، امی ابو کی ذرا نظر بچی اور نکل گئے باہر۔ جو بچہ سامنے آیا اُس پر ڈھول مٹی اڑانی شروع کر دی . البتہ دوسرے ہی بچوں کا باہر نکلنا بند ہو گیا . وہ دیکھتے کہ باہر گلی میں زوبی میاں اُچھلتے کودتے اور چھلانگیں لگاتے دوڑ رہے ہیں تو گھبرا گھبرا کر اپنے گھروں کی سمت دوڑ جاتے .

یہی نہیں ، ابو نے بھی ہزار دفعہ منع کیا کہ .

"زوبی ! بھئی تم اتنے نزدیک سے ٹی وی مت دیکھا کرو . جب ٹی وی دیکھنا ہو تو سامنے والی دیوار کے ساتھ جو کرسیاں رکھی ہیں ان پر بیٹھ کر دیکھا کرو . اور صرف بچوں کے کام کے پروگرام دیکھا کرو . ہر وقت ٹی وی سے لگے بیٹھے رہو گے تو نظریں کمزور ہو جائیں گی ."

مگر ابو کی بات پر بھی انہوں نے کان نہ دھرا اگر ابو ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوتے اور امی باورچی خانے میں مصروف ہوتیں تو آپ ٹی وی آن کر کے یوں سمجھیئے کہ بس اس سے اپنی ٹانگ بھر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ۔ اور ایسا بیٹھتے جیسے کسی نے انہیں کرسی سے چپکا دیا ہو اور اب وہ خود سے نہیں اُٹھ سکتے ، کوئی انہیں کرسی سے اکھاڑے گا تو اکھڑیں گے . ٹی وی دیکھنے کی ایسی بُری لت تھی کہ پڑھائی لکھائی بھی چوپٹ ہو گئی تھی .

صبح سویرے اگر کبھی دادا ابا اخبار پڑھتے پڑھتے اپنا چشمہ میز پر بھول کر چلے جائیں تو زوبی میاں ان کا چشمہ لگا کر خود ہی دادا ابا بن جاتے اور انہی کی طرح ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر جھوٹ موٹ میں اخبار پڑھنے لگتے .

دادا ابا نے کئی مرتبہ انہیں عین موقعہ پر کانوں سے پکڑ لیا ان کی ناک پر سے چشمہ

اتار کر ہلکی سی چپت لگائی، انہیں پیار کیا اور سمجھایا کہ
"زبیر بیٹے، یہ نظر کا چشمہ ہے اسے مت لگایا کرو ورنہ خود تمہاری نظریں کمزور ہو جائیں گی" مگر زبیر صاحب جن کو ہر کوئی سوائے دادا جان کے، زوبی کہتا تھا، کب ماننے والے تھے جب بھی شیما، جویریہ، ہنی اور طلحہ پر دھونس جمانی ہوتی، جھٹ دادا ابا کا چشمہ نکال لاتے اور اپنی ناک کی پھننگ پر اٹکا کر حکم چلانے لگتے کہ:

"چلو اخبار لاؤ! شیما تم نے سنا نہیں؟!!!"

"ہنی! تم میری چھڑی تو لے آؤ!"

"جویریہ! میرا سر دباؤ"

"طلحہ! مجھے پانی پلاؤ"

سارے بچے دوڑ دوڑ کر ان نقلی دادا ابا کا حکم بجا لاتے، ورنہ باہر نکلتے ہی ان کی شامت آ جاتی کہ اچھے خاصے صاف ستھرے اُجلے اُجلے کپڑے پہن کر نکلتے اور دھول میں نہا کر روتے پیٹتے گھر میں واپس آ جاتے۔

امّی تو کئی بار پٹائی بھی کر چکی تھیں، مگر خدا جانے اس لڑکے کو کیا مزہ آتا تھا کہ ہر وقت خود بھی دھول مٹی میں اٹا رہتا اور دوسروں کو بھی بھوت بنائے رکھتا۔ ہر شخص عاجز آیا ہوا تھا نام خدا، ذرا بڑے ہوئے اور کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو چچا جان نے انہیں "آنکھ مچولی" لاکر دینا شروع کیا کہ اس بہانے ایک تو گھر میں رہیں گے خود بھی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے بچے رہیں گے اور دوسرے بچّے بھی ان کی بلائے ناگہانی سے امان پائیں گے دوسرے یہ کہ ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور اچھّی باتیں سیکھیں گے تو ذرا ڈھنگ کے آدمی بنیں گے۔ مگر وہاں بھی انہوں نے ایک اعلیٰ درجہ کی حرکت شروع کر دی یعنی "آنکھ مچولی" لیٹ کر پڑھنے لگے۔

امی، ابّو، چچا جان، دادا ابا اور ہر شخص انہیں سمجھا سمجھا کر تھک گیا کہ

"بیٹا لیٹ کر نہیں پڑھتے، آنکھیں خراب ہو جائیں گی"

مگر زوبی کی تو، ایسا لگتا تھا کہ، کمر کی ہڈی ہی ٹوٹ چکی ہے، بیٹھ کے پڑھتے تو کسی نے دیکھا ہی نہیں، بس جب مولوی صاحب پڑھانے آتے تھے تو مارے باندھے کسی طرح بیٹھ جاتے اور

ایسا جھوم جھوم کے پڑھتے کہ کئی مرتبہ تو ان کا سر مولوی صاحب کی ناک سے بُری طرح ٹکرا گیا اور مولوی صاحب نے بِھنّا کر ان کے تھپڑ جڑ دیا۔

آخر ایک دِن ایسا ہوا کہ زوبی میاں اسکول جاتے ہوئے راستے میں بندر کا تماشہ دیکھنے لگے اور اسکول کو دیر ہوگئی وہاں پہنچے تو مس نے ان سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی۔ کوئی سچ مچ کی معقول وجہ ہوتی تو بتاتے۔ لگے آئیں، بائیں، شائیں کرنے کہ۔

"وہ ...... مس ...... وہ ذرا ...... بس میں ذرا مس ......"

اتنے میں فُضیل نے جو اُن کے ساتھ ہی چلے تھے۔ مگر تماشہ دیکھنے نہیں رکے اور وقت پر اسکول پہنچ گئے تھے مس کو بتا دیا کہ

"مس یہ راستہ میں بندر والے کا تماشہ دیکھنے رُک گئے تھے!"

بس زوبی میاں کی تو شامت آگئی۔ مس نے ان سے زور زور سے گن کر ۲۵ مرتبہ کان پکڑ کر اٹھک بٹیھک کرنے کو کہا، بے چارے ۱۵ تک گن کر گنتی بھول گئے کہ کہاں تک گنا تھا نتیجہ یہ کہ سزا کے طور پر پھر شروع سے گننا پڑا۔

جو بچے وقت پر پہنچے تھے وہ آگے کی کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ زوبی میاں کو بیٹھنے کے لئے پیچھے جگہ ملی۔ مس نے بلیک بورڈ پر ایک سوال لکھا اور سب سے پہلے زوبی سے اُس کا جواب پوچھا۔ زوبی میاں نے سوال پڑھنے کی کوشش کی تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بلیک بورڈ پر دھند چھا گئی ہو، انہیں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ اور لکھا ہوا سوال تو ایسے نظر آرہا تھا جیسے کبھی کبھی ٹی وی پر دھندلی تصویریں دکھائی جاتی ہیں جو بعد میں بالکل ٹھیک نظر آنے لگتی ہیں۔ زوبی نے کئی بار آنکھیں پٹ پٹائیں، انہیں ہتھیلیوں سے رگڑا۔ مگر کچھ صاف دکھائی نہ دیا۔ آخر روہانسے ہو کر پوچھا کہ:

"مس آپ نے کیا لکھّا ہے؟"

مس پریشان ہوگئیں۔ انہیں تختۂ سیاہ کے قریب لائیں تو انہوں نے سوال تو فرفر فرفر پڑھ دیا۔ مگر جواب نہ دے سکے۔ کچھ یاد کیا ہوتا تو جواب دیتے۔

مگر مس تو اتنی پریشان ہوگئی تھیں کہ انہیں سزا دینے کے بجائے اگلی بنچوں پر بٹھایا، اور گھر جاتے وقت زوبی کی امّی کے نام ایک خط لکھ کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ اگلے ہی روز زوبی صاحب

اپنے ابّو کے ساتھ آنکھوں کے ایک ڈاکٹر کے کلینک میں گھومنے والے اسٹول پر بیٹھے اپنی آنکھیں چیک کرا رہے تھے۔ اور اس کے دو روز بعد ایک موٹا سا چشمہ ان کا کان پکڑے ان کی ناک پر براجمان تھا۔ مگر یہ چشمہ دادا ابّا کا نہیں تھا۔ ان کا اپنا تھا۔

اتفاق سے انہی دِنوں ٹی وی پر ایک ڈرامہ چل رہا تھا، جس کو ٹانگ بھر کے فاصلے سے دیکھ دیکھ کر زوبی صاحب اپنی نظریں کمزور کروا چکے تھے اس ڈرامے میں ایک مسخرا تھا جو اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا تھا اور زوبی صاحب کی طرح بغیر چشمہ لگائے کوئی چیز پڑھ سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ مسخرا کردار بچوں میں بہت مقبول ہو گیا تھا۔ اس کردار کا نام تھا قباچہ!

زوبی میاں کے چشمہ لگا تو ان سے تنگ آئے ہوئے۔ بچوں نے اگلی پچھلی ساری کسر نکال لی اور ان کا نام بھی قباچہ رکھ چھوڑا۔ اب زوبی میاں جدھر سے بھی گزرتے آواز آتی۔ "قباچہ - قباچہ"

اب ایک دلچسپ قصّہ سنئے۔ ایک دِن امی ابّو نے بچوں کو چڑیا گھر دکھانے کا پروگرام بنایا ابّو نے اپنے آفس سے ایک بڑی سی وین کرائے پر حاصل کر لی اور امیّ ابّو، رجّو، عالی، گڈو، بپو، طلحہ شیما، ہنی، جویریہ اور زوبی عرف قباچہ سب ہنستے گاتے، مسکراتے اور کھلکھلاتے، چڑیا گھر روانہ ہوئے۔ چڑیا گھر پہنچ کر تو بچّوں کے مزے آ گئے۔ ہاتھی، بھالو، ہرن، شیر، چیتے، بندر، لومڑی طوطے، رنگ برنگی مچھلیاں، طرح طرح کے سانپ، بڑے بڑے اژدہے، خوبصورت بطخیں، اونچے اونچے زرّافے اور دوسرے بہت سے جانور دیکھ دیکھ کر سب بچّوں کی خوشی سے باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ امّی ابّو نے کہہ رکھا تھا کہ سب بچّے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلیں تاکہ کوئی بھیڑ میں گم نہ ہو۔ مگر زوبی صاحب طلحہ سے ہاتھ چھڑا کر آگے آگے دوڑنے لگے۔ طلحہ نے چلّا کر کہا۔ " امی دیکھئے قباچہ آگے آگے بھاگ رہا ہے۔"

امّی نے آواز دی:

"زُوبی - زُوبی!"

ابّو نے پکارا:

"زبیر!"

سب بچّے ایک ساتھ چلّانے۔

"قباچہ!!!"

تو زوبی صاحب سے پہلے ایک بڑے سے پنجرے میں ایک خوبصورت سا زیبرا اُچھلتا کُودتا بھاگتا ہوا آیا اور اپنے پنجرے کی جالیوں کے قریب آ کر قباچہ اور بچوں کو دیکھ کر بالکل ٹی وی والے قباچہ کے انداز میں مسکرانے لگا۔

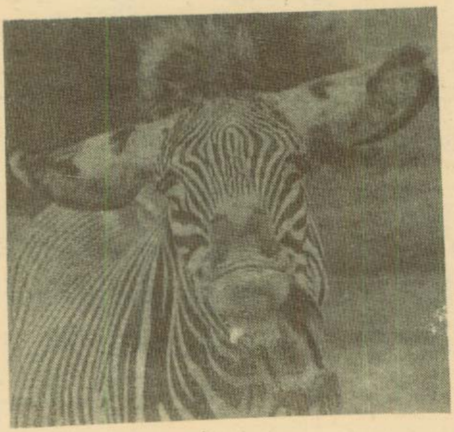

بچوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور شیما کہنے لگی کہ:

"امی یہ تو جانوروں کا قباچہ لگتا ہے!"

اس پر زور کا قہقہہ پڑا اور قباچہ صاحب بس کھسیا کر رہ گئے۔

گھر واپس آئے تو سبھی تھک چکے تھے۔ کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد سبھی اپنے اپنے بستروں پر پڑ کر سو گئے۔ خود زوبی یعنی قباچہ بھی!

ابھی زوبی کو سوئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اسی چڑیا گھر میں گھوم رہے ہیں جہاں آج دن میں گئے تھے۔ گھومتے گھومتے اور مختلف جانوروں کے پنجروں کے پاس سے گزرتے ہوئے اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی۔

"قباچہ !!!"

انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہی زیبرا ٹی وی والے قباچہ کے انداز میں ہنس رہا تھا۔ اور انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ زوبی صاحب اُسے بولتے دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ اس کے قریب جا کر پوچھا کہ

"زیبرا صاحب! کیا آپ نے مجھے بُلایا تھا؟"

یہ سن کر زیبرا پھر قباچہ کے انداز میں ہنسنے لگا اور اپنی گردن اوپر سے نیچے ہلاتے ہوئے بولا کہ:

"جی جی، جی ہاں میں نے ہی آپ کو بلایا تھا۔ ہی ہی ہی ہی"

"میں نہیں بولتا تم سے۔" زوبی صاحب اُس سے بے تکلّف ہوتے ہوئے بولے: جب میرے امّی ابو اور دوسرے بچّوں نے مجھے آواز دی تھی تو تم دوڑ کر کیوں آئے تھے؟ میری کتنی انسلٹ ہوئی۔" زیبرا ایک بار پھر قباچہ کے انداز میں ہنسا۔

"ہی ہی ہی ہی ہو ہو ہو ہو ....بھئی اصل میں میرا نام زیبرا ہے اور میری امی بھی مجھے بچپن میں پیار سے زوبی کہتی تھیں۔ لہٰذا جب آپکی امی نے آپ کو زوبی اور آپ کے ابّو نے زیبر کہہ کر بلایا تو میں سمجھا کہ مجھے بلایا ہے"!

"لیکن بچّے تو مجھے قباچہ کہہ رہے تھے۔ پھر تم کیسے سمجھے کہ تمہیں بُلایا ہے۔"

"بھئی اصل میں میرے ساتھی جانور میری حرکتوں کی وجہ سے مجھے بھی قباچہ کہتے ہیں۔ ہو ہو ہو ہو ہی ہی ہی ہی۔"

"لیکن تمہاری امی کہاں ہیں؟ وہ تو کہیں نظر نہیں آرہی ہیں، پھر تم نے کیسے سمجھا کہ تمہاری امّی نے تمہیں آواز دی ہوگی، یا تمہارے ابّو نے۔ تمہارے ابّو بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے ہیں۔"

"بھئی میرے امّی ابّو تو جنگلوں میں رہ گئے۔ مجھے پکڑ کر یہاں لے آیا گیا۔ میں سمجھا کہ شائد انہیں بھی پکڑ کر لے آیا گیا ہے۔ تو میری امیّ "زُوبی! زُوبی" کہہ کر مجھے بلا رہی ہیں۔ اور شائد ابّو بھی آگئے ہیں جو "زیبرا" کہہ کر بلا رہے ہیں اور میرے ساتھی جانور ان سے ملوانے کے لئے مجھے پکار رہے ہیں کہ "قباچہ!"

"اچھّا یہ بتاؤ کہ تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمہارے امی ابّو کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں!"

"میرا گھوڑوں کے خاندان سے تعلق ہے!"

"مگر تم شکل سے گھوڑے تو نہیں لگتے، گھوڑوں پر تو یہ دھاریاں نہیں ہوتیں!"

"بات دراصل یہ ہے کہ سارے گھوڑے تو ننگے پتنگے رہتے ہیں، البتہ قدرت نے مجھے

لباس پہنا دیا ہے۔"

"یہ کیسا لباس ہے، تمہارا کرتا پاجامہ تو عجیب سا ہے!"

"ہو ہو ہو ہو، ہی ہی ہی ہی اصل میں مجھے سپڑے دار کرتا اور سپڑے کا پاجامہ پہنا دیا گیا ہے"

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارا امّی ابّو سے ملنے کا جی نہیں چاہتا؟!!!"

"جی کیوں نہیں چاہتا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے امّی ابّو کا کہنا نہیں مانتا تھا ایک مرتبہ ان کو چھوڑ کر آگے آگے بھاگ رہا تھا کہ مجھے انسانوں نے پکڑ لیا اور یہاں چڑیا گھر لے آئے۔"

"تو کیا تمہارے امّی ابّو نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اگر تم بچھڑ گئے تو تمہیں انسان پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"بتایا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ انسانوں نے بڑے بڑے چڑیا گھر بنا رکھے ہیں۔ جہاں وہ ہم جانوروں کو رکھتے ہیں۔"

"تو کیا تمہارے امّی ابّو چڑیا گھر میں رہ چکے تھے؟"

"جی نہیں، میرے امّی ابو کی معلومات بہت تھیں ان کو چڑیا گھروں کے بارے میں بہت سی باتیں پتہ تھیں۔"

"مثلاً کیا کیا باتیں پتہ تھیں۔"

"مثلاً انہوں نے بتایا تھا کہ دنیا کا سب سے پہلا چڑیا گھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی ایک ہزار ایک سو پچاس سال پہلے یعنی ۱۱۵۰ قبل مسیح میں چین کے ایک بادشاہ نے قائم کیا تھا۔"

"اس چڑیا گھر کا ٹکٹ کتنے کا تھا؟"

"ہو، ہو، ہو، ہو، ہی، ہی، ہی، ہی" زیبرا پھر قہقہے کے انداز میں ہنسنے لگا اور پھر بتایا کہ:

"اس چڑیا گھر میں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی صرف بادشاہ اور اس کے درباری ہی اُس چڑیا گھر کو دیکھ سکتے تھے!!"

"کیا عام لوگ اپنے لئے چڑیا گھر نہیں بنا سکتے تھے؟!!!"

"اصل میں چڑیا گھر بنانے میں بہت پیسے خرچ ہوتے ہیں اس لئے اس زمانے میں صرف بادشاہ، نواب، اُمراء اور رؤسا ہی چڑیا گھر بنا سکتے تھے۔"

"بادشاہ اور نواب تو میں جانتا ہوں، مگر آگے تم نے دو اور نام کیا لئے ہیں"

ہی ہی ہی ہی ہو، ہو ، ہو ، ہو بھی امرا۔ اور روسا۔ امیر آدمیوں کو یعنی بہت سارے امیر آدمیوں کو امرا کہتے ہیں اور جو لوگ رئیس ہوتے ہیں یعنی بہت مال و دولت والے تو ان کی جمع روسا ہے۔"

"اچھا اچھا! تو عام آدمیوں کے لئے چڑیا گھر کب بنا؟"

"عام آدمیوں کے لئے پہلا چڑیا گھر پیرس میں ۱۷۹۳ء میں قائم ہوا تھا۔ اس میں جانوروں کے علاوہ ایک عجائب گھر اور ایک خوبصورت باغ بھی تھا۔"

"اوہو پھر تو وہاں بڑا مزہ آتا ہوگا۔"

"ہاں اور دوسرا بڑا چڑیا گھر ۱۸۲۹ء میں ریجنٹ پارک لندن میں قائم ہوا پھر برلن کا چڑیا گھر بنا جو ۱۸۴۴ء میں شروع ہوا تھا، اور دنیا کا سب سے بہترین اور سب سے عمدہ چڑیا گھر بن گیا۔ آپ کے ملک میں سب سے بڑا اور سب سے اچھا چڑیا گھر لاہور میں ہے۔"

"اچھا زیبرا صاحب، یعنی زوبی عرف قباچہ بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے بڑی معلوماتی باتیں بتائیں۔"

"آپ کا بھی شکریہ زوبی بھائی۔ یعنی قباچہ بھائی کہ آپ نے میری باتیں سنیں ورنہ سب یہاں مجھے دیکھنے آتے ہیں۔ مجھ سے باتیں کوئی نہیں کرتا۔"

جب زوبی میاں واپس جانے لگے تو زیبرا آوازیں لگاتا اور ہنستا رہا۔

"ہو ہو، ہو، ہو، ہی ہی، ہی ہی قباچہ، قباچہ، قباچہ"

پھر یہ آوازیں بڑھنے لگیں۔ اور جیسے بہت سارے لوگ چلّا رہے ہوں۔

"قباچہ۔ قباچہ۔ قباچہ۔ قباچہ"

زوبی میاں کی آنکھ کھل گئی۔ سارے بچّے اٹھ چکے تھے اور شور مچا مچا کر انہیں جگا رہے تھے۔

امریکہ کی ایک وادی "وائٹ ہاؤس" میں کنگسٹن منزل کے قریب ایک پتھر ہے، جسے لوگ بجنے والا پتھر کہتے ہیں۔ اس پتھر میں اوپر کی طرف ایک کشادہ سوراخ ہے جس میں پھونک مارنے سے اتنی زوردار آواز پیدا ہوتی ہے کہ پانچ میل تک سنی جاتی ہے۔

اگر آپ اِنسپکٹر ہوتے؟

نعیم بلوچ

صبح صبح جب آپ اخبار پڑھتے ہیں تو آپ کی نظریں سب سے پہلے جن خبروں پر پڑتی ہیں، وہ جرائم کی خبریں ہوتی ہیں۔ کسی بے گناہ کو قتل کر دیا گیا۔ کسی کے بچوّں کو یتیم کر دیا گیا۔ ڈاکو کسی کا گھر لُوٹ کر لے گئے۔ کسی شریف کو بے عزت کیا گیا۔ حقدار سے اُس کا حق چھین لیا گیا اور پولیس نے کسی کی کوئی مدد نہیں کی۔ کسی قاتل، ڈاکو یا بدمعاش کو گرفتار نہیں کیا۔ کسی حقدار کو اس کا حق نہیں دلوایا۔ ایسی خبروں کو پڑھ کر آپ کیا سوچتے ہیں؟ یقیناً آپ یہی سوچتے ہوں کہ کاش آپ کے ہاتھ میں اختیار ہو تو آپ ان تمام چوروں، بدمعاشوں کو ایسا سبق سکھائیں کہ انہیں چھٹی کا دودھ یاد آجاتے۔ آپ کی یہ شدید خواہش ہوتی ہے کہ پولیس صحیح طریقے سے کام کرے۔ لیکن آپ کے پاس نہ اختیار ہوتا ہے نہ طاقت۔ لہٰذا آپ سوائے دل میں کڑھنے کے اور خواب دیکھنے کے کچھ نہیں کر سکتے۔

آیئے آج ہم آپ کو آزمانے کی خاطر کچھ اختیار دیتے ہیں۔ ہم آپ کو انسپکٹر بنائے دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں آپ معاشرے کو عدل وانصاف اور امن وامان مہیّا کرنے میں کتنے کامیاب ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ کو جس جگہ پر کام کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے وہاں کا تمام عملہ رشوت خور، کام چور، اور نااہل ہے۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک تمام آفیسرز اسی طرح کے ہیں۔ ماحول آپ کو مجبور کرتا ہے کہ آپ بھی اسی طرح رشوت لیں

اور کام چوری اختیار کریں۔ اگر آپ ایمانداری اور محنت سے کرتے ہیں تو آپ کو اپنی نوکری اور عزت دونوں ختم ہوتی نظر آتی ہیں۔ اس صورتحال میں کیا آپ :(ا) سوچتے ہیں کہ ضروریات تو میری بھی ہیں۔ نوکری ختم ہو جائے گی تو کھائیں گے کیسے ؟ لہٰذا مجبوراً آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ تھوڑی سی رشوت لے لیا کریں گے۔ جس سے گزارا ہوتا رہے گا۔ (ب) بڑے بڑے بدمعاشوں اور مجرموں سے رشوت بھی لیتے ہیں تاکہ آپ کی نوکری بحال رہے۔ لیکن آپ رشوت کے تمام پیسے غریبوں کو دے دیتے ہیں۔

(ج) ہر صورت میں اپنے اصولوں پر جمے رہتے ہیں چاہے نوکری جائے یا کچھ اور ہو۔

(د) نوکری سے استعفیٰ دے دیتے ہیں اور کسی تنظیم میں شامل ہو کر معاشرے کو اسلام کے مطابق بنانے میں مدد دیتے ہیں

(۲) آپ ایسے بدمعاش کو گرفتار کر لیتے ہیں جس نے شہر میں مصیبت ڈالی ہوتی ہے اس کے ساتھ آپ کیا سلوک کریں گے ؟ کیا

(ا) اس کے ایک ایک جرم کی تفصیلات بیان کر کے اس کا مقدمہ عدالت میں پیش کریں گے۔

(ب) اس کو چوری چھپے گولی مروا دیں گے۔

(ج) اسے ان مظلوموں کے حوالے کریں گے جن کے ساتھ اس نے زیادتیاں کی تھیں۔

(۳) رات کے دو بجے آپ کو فون پر ایک بچہ بتاتا ہے کہ ان کے گھر ڈاکو گھس آئے ہیں لہٰذا آپ فوراً اس کے گھر پہنچیں تو آپ

(ا) فوراً بتائے ہوئے پتے پر پہنچ جاتے ہیں۔

(ب) ڈائریکٹری سے بتائے ہوئے نام و پتے کے ذریعے فون نمبر معلوم کرتے ہیں۔

(ج) اسے بچے کی شرارت سمجھتے ہیں۔

(۴) ایک آدمی کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ آپ کو قاتل کی تلاش ہے۔ قاتل کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ مگر وہ تین چیزیں چھوڑ جاتا ہے۔ آپ ان میں سے کس کو زیادہ کارآمد سمجھتے ہیں۔

(ا) سگریٹ کا ایک ٹکڑا۔

(ب) قاتل کا جوتا جو وہ مقتول کے ساتھ لڑائی میں چھوڑ گیا تھا۔

(ج) مقتول کے پن پر لگے انگلیوں کے نشانات۔

(۵) ایک بنک پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ آپ کو عین وقت پر اطلاع مل جاتی ہے۔ ڈاکوؤں نے بنک کے عملے کو اپنی بندوقوں اور پستولوں کی زد میں لیا ہوا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ پولیس باہر پہنچ چکی ہے وہ بار بار اعلان

کررہے ہیں کہ پولیس چلی جائے ورنہ وہ تمام عملے کو ہلاک کردیں گے۔ اس سنگین صورتحال میں

(ا) پولیس کے سپاہیوں کو سادہ کپڑوں میں بنک کے باہر مختلف جگہوں پر کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہیں اور باوردی پولیس کو ہٹا دیتے ہیں۔

(ب) ہیلی کوپٹر سے کمانڈوز کو بنک کی چھت پر اترنے کا حکم دیتے ہیں۔

(ج) ڈاکوؤں کے مطالبات مان لیتے ہیں۔

(د) بنک کی عمارت کے روشندان سے بے ہوش کردینے والی گیس کا بم پھینکنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسکور بورڈ

۵۴تا ۳۰ — کامیاب انسپکٹر (مبارک ہو)

۴۴تا ۲۰ — آپ کام کرنے سے پہلے اس پر خوب سوچ لیا کریں۔ بہرحال آپ کی کارکردگی مناسب رہی۔

۱۹تا ۰۔ — آپ انتہائی جذباتی ہیں۔ عقل سے بالکل کام نہیں لیتے۔ آپ اپنی طرف سے بہتر کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جلدی اور جذباتی فیصلوں کی وجہ سے زبردست نقصان اٹھاتے ہیں۔

(جوابات کسی اور جگہ تلاش کریں)

نتائج

(۱) ا ۰- ب ۰- ج ۵ - د ۶ - (۲) ا ۶- ب ۰- ج ۰- (۳) ا ۶- ب ۴- ج ۰- (۴) ا ۲- ب ۶- ج ۰-

(۵) ا ۳- ب ۰- ج ۶-

اطلاع برائے مشتہرین

بچوں کی تعلیم تربیت اور کردار سازی سے متعلق کتب، رسائل اور دیگر اداروں کے اشتہار ماہنامہ آنکھ مچولی پچاس فیصد کی خصوصی رعایت پر شائع کرے گا۔

خواہشمند ادارے معلومات کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں

فون نمبر ۲۹۴۲۹۱،

ماہنامہ آنکھ مچولی

گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲، ڈی سائیٹ کراچی

اخلاق احمد

اصلی دُشمن

جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ حق اسکواڈ نام کی ایک تنظیم ہے. جس کے چار ارکان ہیں. شہریار، سرفراز، ضیا اور شہزاد، اس تنظیم کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ سماج سے تمام برائیوں کا خاتمہ کرے گی اور اس کے لئے جہاں بھی طاقت کا استعمال ضروری ہوگا. کرے گی. شہریار جوڈو کراٹے کا ماہر ہے، سرفراز باڈی بلڈنگ کے ذریعہ طاقتور بنا. ضیا، برق رفتاری سے دوڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور شہزاد بجلی کے آلات اور مشینری کے معاملات کا ماہر ہے. گزشتہ ماہ میں آپ نے پڑھا تھا کہ ان لوگوں نے اسکول کے طلبا کے ایک ایسے گروہ کا پتہ چلایا تھا جو امتحانات کے پرچے آؤٹ کرکے دوسرے طلبا کے ہاتھوں بھاری قیمت پر فروخت کرتا تھا—حق اسکواڈ کی کوششوں کے نتیجہ میں ٹھیک امتحان کے دن اس گروہ کے تمام لڑکے پکڑے گئے اور اسکول سے نکال دیئے گئے. حق اسکواڈ کا غار میں اپنا ایک "ہیڈ کوارٹر" بھی تھا جہاں ان کی ضروریات کے تمام سامان تھے. امتحانات کے زمانے میں تمام ارکان یہیں مطالعہ بھی کرتے تھے. جب وہ لوگ یہ کام انجام دے کر واپس ہیڈ کوارٹر لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ کتابوں اور کاپیوں کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے ہیں اور ان کی تمام چیزیں ٹوٹی پڑی ہیں، ہیڈ کوارٹر میں ایک تباہی کا عالم تھا. کسی نے ہیڈ کوارٹر تباہ کردیا تھا.

حق اسکواڈ کے چاروں ارکان کو شدید غصہ آرہا تھا لیکن انہوں نے ضبط کیا شہریار نے اپنے ساتھیوں کو مبارک باد دی کہ اب ہمارے دشمن بھی پیدا ہوگئے ہیں اور حق اسکواڈ کی شہرت اب پھیلنے لگی ہے انہیں ایک خط بھی ملا جس میں باطل اسکواڈ کی طرف سے دھمکی تھی. کہ آج ہم نے تمہارے اڈے کو برباد کیا ہے کل تم کو تباہ کردیں گے دوسری

طرف حق اسکواڈ کے دشمن ان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے تھے دوسرے دن وہ شام کو ہاکیوں سے مسلح ہوکر حق اسکواڈ کے دفتر پر حملہ کرنے آئے لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حق اسکواڈ کے ارکان ان سے معافی مانگ رہے ہیں مگر یہ معافی تو دراصل خود کو دشمن پر حملے کے لئے تیار کرنے کا بہانہ تھی انہوں نے حق اسکواڈ پر حملہ کیا لیکن وہ ہنستے حق اسکواڈ کے سامنے ٹھہر نہیں سکے ان میں سے ایک دبلا پتلا لڑکا سونی بھی تھا جس کو شہریار نے پکڑ لیا اور اس سے پوچھا بتاؤ کہ تمہارا باس کون ہے اس نے کہا کہ میں بتانے کو تیار ہوں.....

(پھر کیا ہوا آگے پڑھیے)

دبلا پتلا سونی تھر تھر کانپ رہا تھا.

اس کے گرد وہ چاروں خوفناک انداز میں کھڑے تھے.

اور فرش پر اس کے دوست عبدالجبّار، عبدالغفار اور مونی .... بے ہوش پڑے تھے.

"بتاتا ہوں ....." سونی کی آواز کپکپا رہی تھی. "بتاتا ہوں."

"جلدی بتاؤ." شہریار نے کراٹے کے انداز میں ہاتھ لہرا کر کہا ....."اس سے پہلے کہ ہم تمہیں ڈھول کی طرح بجانا شروع کردیں، خود ہی بجانا شروع ہو جاؤ..... تمہارا باس کون ہے ؟"

سرفراز نے کہا ...... "ہاں بھائی ..... ذرا اس آدمی کا نام تو بتاؤ جس نے تمہیں اور تمہارے ان بے ہوش ساتھیوں کو یہاں ہمارے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنے بھیجا تھا۔ جلدی سے بتا دو بھائی۔ ورنہ تمہارا سرمہ بنا دیا جائے گا۔"

"خدا کے واسطے ...." سونی نے کانپتے ہاتھ جوڑ کر کہا .... "میں سب بتا دوں گا۔ مگر یہ مار پیٹ مت کرو ...... میرا دل بہت کمزور ہے ......"

"دل ہی نہیں۔ تم خود بھی کمزور ہو ..... ضیاء نے کہا۔ "جلدی سے بولنا شروع کر دو۔"

شہزاد نے ٹیپ ریکارڈ آن کیا اور پھر سونی نے بولنا شروع کیا۔

"یہ منصوبہ لالو نے بنایا تھا۔ وہی ہمارا باس ہے۔ شاید تم لوگوں نے کچھ عرصہ پہلے اسے نقصان پہنچایا تھا۔ پورے اسکول میں مشہور ہو گیا تھا کہ لالو کے پڑ گئے لاے۔ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے لالو نے ہمیں یہ کام سونپا تھا کہ ہم مل کر تمہارے اس غار کو تباہ کر دیں اور ایسا سبق سکھائیں کہ پھر تم لوگ "حق اسکواڈ" کا نام بھی نہ لو۔ لالو نے ہم سب کو سو سو روپے دیئے تھے اور کام پورا ہونے پر ہمیں دو دو سو روپے اور ملنے تھے۔"

سونی کا بیان ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کرنے کے بعد شہزاد نے ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا "بہت خوب۔" سرفراز نے مسکراتے ہوئے کہا ..... تو گویا ہمارا اصل دشمن لالو نکلا ...."

شہر یار ہنسا ..... "میرا خیال ہے کہ آگ بجھانے کے لئے ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔"

شہزاد بولا ..... "ہاں .... ہمیں فائر بریگیڈ بلانا ہو گا ...."

سرفراز نے کہا ...... "حق اسکواڈ کا فائر بریگیڈ ...."

شہر یار مسکرایا ..... اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ..... "حق اسکواڈ کا فائر بریگیڈ ابھی اور اسی وقت سے کام شروع کر دے گا ....."

ان سب نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرانے لگے۔ سونی ہکا بکا کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا

عین اس وقت جب "حق اسکواڈ" کے ارکان یہ منصوبہ بنا رہے تھے، لالو ایک فیکٹری میں بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔

اس نے اب اس فیکٹری میں ملازمت کر لی تھی ..... یہاں بھی وہ کام چوری کرتا تھا۔ جب

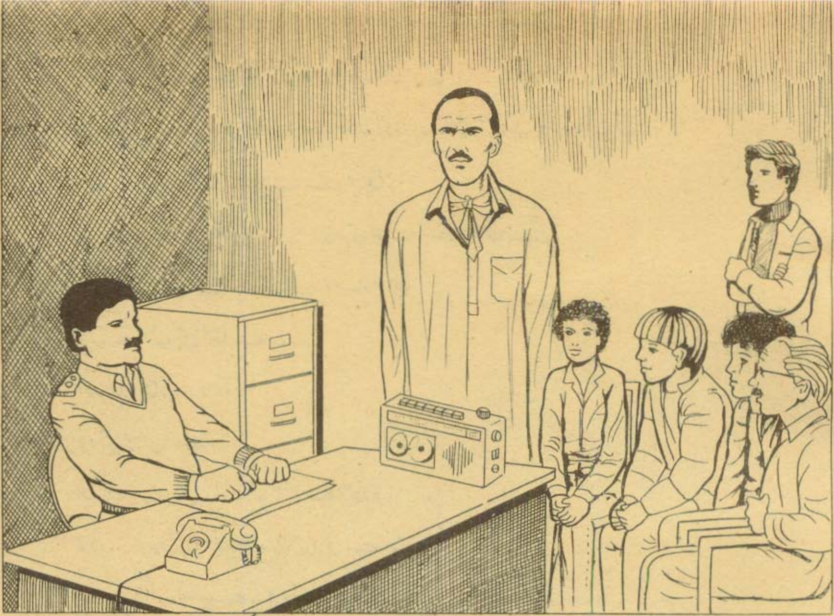

بھی افسر اِدھر اُدھر جاتے تھے، وہ کام چھوڑ چھاڑ کر اطمینان سے بیٹھا سگریٹ پیتا رہتا تھا۔
اس وقت بھی وہ یہی کر رہا تھا۔ لیکن اس کے انداز میں بے چینی تھی .....
وہ عبدالغفار اور عبدالجبّار کا انتظار کر رہا تھا۔ اصولاً تو انہیں اب تک آ جانا چاہیئے تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا تھا، اس کی بے قراری میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔
اچانک فیکٹری کے ایک کارکن نے چلّا کر اسے بلایا..... "لالو..... ابے او لالو....."
"کیا ہے.....؟" لالو نے غرّا کر کہا.....
"تیرا ٹیلی فون آیا ہے....."
"ٹیلی فون.....!" لالو اچھل کر کھڑا ہو گیا..... "میرا ٹیلی فون.....؟"
"ہاں، ہاں۔ تیرا ٹیلی فون آیا ہے۔
"مگر میرا ٹیلی فون کہاں سے آگیا.....؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
مگر اسے اطلاع دینے والا کارکن جا چکا تھا۔
کون ہو سکتا ہے.....، اس نے سوچا..... پھر اسے خیال آیا کہ شاید عبدالجبار اور عبدالغفار کا فون آیا ہو..... مگر انہیں تو اطلاع دینے خود ہی آنا تھا۔

دفتر میں جا کر اس نے ٹیلی فون ریسیوار اٹھا کر کہا......"ہیلو"....

"لالو بھائی....." دوسری طرف سے آواز آئی....."میں سونی بول رہا ہوں....."

"سونی.....؟" لالو نے حیرت سے پوچھا۔

"جی لالو بھائی".....سونی....." دوسری طرف سے سونی نے کہا۔

"عبدالغفار کہاں ہے.......؟" لالو نے پوچھا۔

"میرے پاس ہی کھڑا ہے....."

"اور عبدالجبار......؟"

"وہ بھی یہیں ہے....."

"اور وہ فٹ بال..... کیا نام ہے اس کا.....؟"

"مونی.....وہ بھی میرے پاس ہی ہے....."

"تم سب لوگ تو میرے پاس آنے والے تھے....." لالو نے کہا......

"جی لالو بھائی"......"سونی کی آواز آئی....."لیکن کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔

"گڑبڑ.....؟ لالو نے گرج کر کہا۔"کیسی گڑبڑ.....؟"

"بات ایسی ہے کہ لالو بھائی" کہ آپ سے کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے.....اسی لئے ہم آپ سے ٹیلی فون پر بات کر رہے ہیں...."

"سیدھی بات کرو....."لالو نے کہا....."کیا چکر ہے؟"

"چکر کوئی نہیں ہے لالو بھائی".....""سونی کی آواز آئی"....."بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم آپ سے پیسوں کے بارے میں دوبارہ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"پیسوں کے بارے میں.......؟" لالو نے حیرت سے کہا......"مگر میں تم چاروں کو سو سو روپے دے چکا ہوں۔ جب میرا کام ہو جائے گا تو تمہیں دو دو سو روپے مزید مل جائیں گے۔ یعنی تم سب کو تین تین سو روپے ملیں گے۔"

"ہم اسی کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب یہ ہے لالو بھائی" کہ یہ پیسے بہت کم ہیں۔"

"کم ہیں ....؟" لالو نے چلا کر کہا ..... "میں بارہ سو روپے خرچ کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ یہ کم ہیں .....؟"

"ذرا ایمانداری سے سوچئے لالو بھائی. بارہ سو روپے خرچ کرنے سے آپ کو کتنے فائدے ہوں گے. بارہ سو روپے خرچ کر کے آپ "حق اسکواڈ" کو ختم کر دیں گے اس کے بعد آپ اسکول میں اپنا کاروبار پھر شروع کر سکتے ہیں. سال بھر میں بارہ ہزار کما سکتے ہیں. آپ کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہو گا."

"تو کیا میں تم لوگوں کو دس دس ہزار روپے دے دوں .....؟" لالو سخت غصّے میں تھا.

"ناراض مت ہوں لالو بھائی ....." سونی کی آواز آئی ..... "آپ یہ بھی تو دیکھئے کہ ہمیں کتنا بڑا کام کرنے کے لئے کہا گیا ہے ..... ذرا خود ہی بتایئے کہ ہمیں ان پیسوں کے عوض کیا کام کرنا ہے؟"

"تمہیں ان چاروں بدبختوں کی ہڈیاں توڑنی ہیں ....." لالو نے دانت پیس کر کہا ..... "ان چاروں کی جنہوں نے حق اسکواڈ کا چکر چلا رکھا ہے. ان کی اتنی ٹھکائی لگانی ہے کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں' لاتوں سے، گھونسوں سے' ہاکیوں سے انہیں اتنا مارنا ہے کہ وہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لیں ....."

"اور یہ سارا کام ہمیں تین تین سو روپے میں کرنا ہو گا ....؟"

"ظاہر ہے ....." لالو نے کہا.

"لالو بھائی." سونی کی آواز آئی ...."آپ نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ ہم کتنا بڑا خطرہ مول لیں گے. اگر ان میں سے ایک دو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں تو انہیں ہسپتال میں داخل کرایا جائے پولیس اس واردات کی تفتیش شروع کر دے گی. ہو سکتا ہے کہ کسی دن ہم لوگ گرفتار بھی کر لئے جائیں. تین سو روپے میں گرفتاری کا خطرہ مول لینا تو کوئی فائدے کا سودا نہیں ہوا نا لالو بھائی ....."

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ....." لالو نے دانت پیس کر کہا.

"آپ کچھ بھی کہیں لالو بھائی. حقیقت یہی ہے کہ معاملہ خطرناک ہے."

"تو تم لوگ کیا چاہتے ہو۔؟"

"معاوضے میں اضافہ ....." سونی کی آواز آئی.

"ٹھیک ہے۔ میں تم چاروں کو ایک ایک سو روپے زیادہ دوں گا۔ یعنی ہر ایک کو چار چار سو ملیں گے۔

"نہیں ...." سوئی کی آواز آئی ..... آٹھ آٹھ سو پر ایک کو ملنے چاہئیں۔"

لالو یہ سن کر کچھ سوچنے لگا۔

"کہاں چلے گئے لالو بھائی؟ ....." سوئی کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے اس نے گہرا سانس لے کر کہا ......" میں تم چاروں کو آٹھ آٹھ سو روپے دوں گا۔ لیکن میرا کام ہونا چاہیئے۔ ان حق اسکواڈ والوں کی اتنی ٹھکائی لگاؤ کہ وہ ایک مہینے تک بستر سے اٹھنے کے قابل نہیں رہیں۔ لیکن تم لوگ یہ کام کس وقت کرو گے۔! آج تو تمہیں شام کو ان سے ملنے جانا تھا۔ اور اب تو رات ہو رہی ہے۔"

"ہم وہیں جا رہے ہیں لالو بھائی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر نتیجہ آپ کے سامنے آجائے گا۔"

"خدا حافظ" "خــدا حافظ ...." لالو نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ایک گھنٹے تک لالو سخت بے چین رہا۔

بار بار اس کی نظروں کے سامنے حق اسکواڈ کے نوجوان آجاتے تھے اور اس کا خون کھولنے لگتا تھا۔ اب اس کی خواہش پوری ہونے والی تھی۔ انتقام کی آگ رکھنے والی تھی جس میں کئی مہینوں سے جل رہا تھا۔

اس دوران فیکٹری کے افسر آگئے تھے جس کی وجہ سے لالو کو کام میں مصروف ہونا پڑا۔ لیکن اس کا دل ہمیشہ کی طرح کام میں کہاں لگ رہا تھا اسے تو بس ایک ہی فکر تھی۔

ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد ایک چپراسی نے آکر کہا کہ فیکٹری کے جنرل مینجر نے اسے بلایا ہے۔

"جنرل مینجر صاحب کو مجھ سے کیا کام پڑ گیا۔؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے کیا پتہ ....؟" چپراسی نے کہا اور مڑ کے چل پڑا۔

لالو بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔

جنرل مینجر صاحب کے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

اندر جنرل منیجر کے ساتھ ایک پولیس انسپکٹر اور دو سپاہی بھی بیٹھے تھے.
اور یہی نہیں.
ان کے علاوہ کمرے میں "حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان... شہریار، سرفراز، ضیاء اور شہزاد بھی موجود تھے.

"آیئے، آیئے لالو صاحب..... "پولیس انسپکٹر نے کہا..... "ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے"
لالو نے ڈرتے ڈرتے سلام کیا اور مسکین صورت بنا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا.
"ان بچوں سے آپ کی کیا دشمنی ہے" انسپکٹر نے پوچھا.
لالو نے حیرت سے "حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان کو دیکھا اور بولا...... ان سے میری کیا دشمنی ہو سکتی ہے جناب. میں تو انہیں جانتا بھی نہیں ہوں.
"جانتے بھی نہیں ان کی ہڈیاں تڑوانے کے منصوبے کیوں بنا رہے تھے."
"میں بنا رہا تھا لالو نے حیرت سے پوچھا. پھر وہ ہنسا..... "آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے انسپکٹر صاحب..."
"غلط فہمی نہیں لالو.... میں تمہیں گرفتار کرنے آیا ہوں...."
"گرفتار کرنے....؟" لالو کا رنگ خوف سے زرد پڑ گیا: "مگر میرا قصور کیا ہے جناب."
انسپکٹر نے چار لڑکوں کو سینکڑوں روپے دے کر ان چاروں لڑکوں پر حملہ کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے کا پروگرام بنایا تھا.... تمہاری گفتگو اس ٹیپ ریکارڈر میں موجود ہے."
لالو کی پیشانی پر پسینہ ابھر آیا تھا اور اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے. "یہ جھوٹ ہے جناب، سراسر الزام ہے. میں نے کسی کو روپے دے کر حملہ کروانے کا منصوبہ نہیں بنایا. کوئی ایسی ویسی گفتگو نہیں کی."
پیچھے کھڑا ہوا شہریار ایک قدم بڑھا کر آگے آ گیا. "تم نے ابھی ایک گھنٹہ پہلے سونی سے ٹیلی فون پر بات نہیں کی تھی....؟"
"سونی سے....؟" لالو بری طرح بوکھلایا ہوا تھا.
"ہاں. لیکن گڑبڑ صرف یہ ہو گئی کہ تم سے ٹیلی فون پر بات کرنے والا سونی نہیں. میں تھا... میں نے سونی کی آواز بنا کر تم سے باتیں کی تھیں."

اس وقت شہزاد ایک قدم بڑھا کر شہر یار کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ "اور میں نے تمہاری گفتگو ریکارڈ کرلی۔" وہ بولا۔ "کہو تو وہ گفتگو سناؤں۔"

لالو کے چہرے پر ہوا کہاں اُڑ رہی تھیں۔

شہزاد نے ٹیپ ریکارڈ کا بٹن دبا کر اسے آن کر دیا۔ ٹیپ ریکارڈ سے لالو کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ باتیں جو اس نے سوتی سے کی تھیں، پورے کمرے میں گونجنے لگیں۔ "تمہیں ان چاروں بدبختوں کی ہڈیاں توڑنی ہیں۔ ان چاروں کی جنہوں نے حق اسکواڈ کا چکر چلا رکھا ہے۔ ان کی اتنی ٹھکائی لگانی ہے کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں۔

لاتوں سے، گھونسوں سے، ہاکیوں سے انہیں اتنا مارنا ہے کہ وہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلیں۔

شہزاد نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر لالو کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

لالو کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ برائی کا انجام بالآخر یہی ہوتا ہے۔ لیکن لالو کا خیال تھا کہ وہ جرم کر کے بچ جائے گا اور قانون اسے پکڑ نہ سکے گا۔ لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ ہر مجرم قانون کی گرفت میں ضرور آتا ہے۔

"حق اسکواڈ" کے چاروں ارکان فیکٹری سے باہر نکلے تو رات ہو چکی تھی۔

شہریار پہلے ہی ٹیلی فون پر سب کے گھر والوں کو اطلاع دے چکا تھا کہ وہ دیر سے گھر آئیں گے۔

فیکٹری سے نکل کر وہ ایک بس میں سوار ہو گئے۔

بس منٹ بعد وہ اپنے "ہیڈکوارٹر" کے سامنے کھڑے تھے۔ ہر کامیابی کے بعد وہ یہاں ضرور آتے تھے۔ ہر برائی کے خاتمے کے بعد وہ ایک بار پھر دنیا سے برائیوں کو ختم کرنے کے عزم کا اعلان نعرے کی صورت میں ضرور کرتے تھے اس روز رات کی تاریکی میں بھی انہوں نے یہی کیا۔ شہر یار نے چلّا کر کہا۔ "حق اسکواڈ"

"زندہ باد" سب کے نعرے کی گونج سے پوری زمین تھرا اٹھی۔

افق دہلوی

لقمہ

لیڈر تھا اک سیاسی — اپنے وطن کا باسی
کان اُس کا اک کٹا تھا — بالوں سے جو ڈھکا تھا
جلسے میں وہ یُوں بولا — تم سانہیں میں دانا
لیکن وطن کے اپنے — میں دیکھتا ہوں سپنے
میں اس پہ کٹ مروں گا — حفظ وطن کروں گا
بیٹھے تھے پیچھے لڑکے — کچھ اُن میں ہنس رہے تھے
اُن میں سے ایک بولا — یہ بات تم نے کی کیا
کیا تم کو یہ پتا ہے — قرآں میں کیا لکھا ہے
قربانی کن کٹے کی ! — جائز ہے اور نہ اچھی
دے کر یہ ایک لُقمہ ! — چپ ہو گیا وہ لڑکا
سب کو ہنسی دلا دی — کیا بات افق سنا دی

دودھ اور مکھن کا
شیریں احساس
رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی
Butter Toffee
Chocolate Toffee
Royal
رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24-سی-ایس-آئی-ای-گوجرانوالہ

فاطمہ ثریا بجیا

حارُو، شارُو اور مانی

ملک شام میں ایک دولتمند بزرگ سالم کے دو بیٹے تھے ایک کا نام حارث تھا جسے وہ پیار سے حارو کہتے اور دوسرے بیٹے کا نام شارق جسے وہ پیار سے شارو کہتے تھے۔ مانی ان کی بیٹی تو نہیں تھی۔ لیکن انہوں نے اسے بیٹی کی طرح پالا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بوڑھا سالم دراصل پرانے بادشاہوں کا کوئی اہم آدمی ہے لیکن سالم شہر سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتا تھا حارو شارو نہایت کاہل اور سست تھے جب کہ مانی بہت خوبصورت اور محنتی لڑکی تھی سب لوگ اسے پسند کرتے حارو شارو سست اور کاہل ہونے کے ساتھ ساتھ لالچی اور مغرور بھی تھے۔ وہ اپنے ملازموں پر بہت ظلم کرتے ان کے خراب دوستوں نے انہیں بہت بہکا یا گھر کے اندر ایک تہہ خانہ تھا جس کے باہر بارہ تگڑے تگڑے چوکیدار تھے۔ سالم کبھی اکیلا تہہ خانے میں جاتا تھا لیکن اب وہ بوڑھا اور بیمار ہو گیا تھا اس لئے اس کے ساتھ مانی ہوتی تھی۔ لیکن اس نے کبھی حارو اور شارو کو وہ تہہ خانہ نہیں دکھایا ایک دن سالم نے حارو شارو کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ وہ بہت بیمار ہو گیا ہے۔ دونوں نے کہا اللہ آپ کو صحت دے۔ حالانکہ حارو شارو دل سے تو یہ چاہتے تھے کہ وہ مر جائے۔ سالم نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے مجھے دوبارہ صحت مل سکتی ہے اگر تم لوگ پچیس ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے دریائے زرد کے ساتھ سیاہ پہاڑوں کا جو سلسلہ ہے اور جو دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں ابھی تک کوئی ایسی آبادی نہیں ہے جہاں انسان بستے ہوں یہ جنوں پریوں

دیوؤں اور بھوتوں کی دنیا ہے۔ سیاہ پہاڑوں کے اندر ایک خوبصورت وادی ہے وہاں ایک ایسا چشمہ ہے جہاں سورج طلوع ہونے سے پانی گرتا ہے اور سورج نکلنے کے بعد یہ چشمہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر اس پانی کو کوئی پی لے تو اس کی عمر میں سوا سو برس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سالم نے کہا کہ تم دونوں میں سے جو اس چشمے کا پانی لائے گا اُسے میں یہ جواہرات سے بھری انگوٹھی دوں گا یہ انگوٹھی شام کی بادشاہت کی نشانی ہے جو شخص اس کو پائے گا وہ شام کا بادشاہ بن جائے گا۔ حارد شارد میں اِس بات پر جھگڑا ہونا شروع ہو گیا سالم نے بڑی مشکل سے انہیں چھڑایا اور شارد سے کہا کہ حارد کو جانے دو اور تم یہاں رہ کر میری خدمت کرو اور میری ساری جاگیر کی حفاظت کرو۔ حارد اس مہم پر نکل گیا لیکن اس کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ ادھر شارد کے دل میں بھی فتور تھا۔ حارد نے اپنے ساتھ اپنے بڑے دوستوں کو بھی لے لیا جبکہ سالم نے اسے اشرفیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ تم اپنے راستے میں ملنے والوں کی مدد ضرور کرنا۔ لوگوں نے راستے بھر حارد کی مدد کی اور سالم کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کی لیکن ایک رات خوفناک جنگل میں حارد کے خراب دوست اس کی ساری اشرفیاں لے کر فرار ہو گئے حارد دریائے زرد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ جنگل کا راستہ بھول چکا تھا یہ جنگل خوفناک کھولتی دلدل سے بھرا تھا حارد جنگل سے نکلنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو پھن والا ایک خوفناک اژدھا اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ (پھر کیا ہوا آگے پڑھیئے)

بچاؤ مجھے بچاؤ خدا کے لئے مجھے بچالو...... اسی وقت حارد نے بادل جیسی گرج کی آواز سنی بادل نہیں گرج رہا تھا یہ انسان جیسی آواز تھی مگر بہت بھاری اور بڑی آواز۔

حارد کو مارنا مت اسے ایک بہت اچھے انسان نے بیٹا بنایا ہے...... حارد نے وحشت زدہ نظروں سے اژدہے کو دیکھا اژدہا واپس جا رہا تھا مارے خوف کے حارد کے حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے۔ حارد چلانے لگا۔

اسے سخت پیاس لگ رہی تھی جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ اچانک پھر وہی آواز آئی۔

حارد کو پیاسا نہ مرنے دینا اس نے ایک بار اپنے بیمار سالم کو پانی پلایا تھا۔

زور سے ہوا کا جھکڑ آیا شاخیں ہٹیں دھوپ چمکی حارد نے دیکھا کہ ذرا دور ایک چھوٹی سی نہر میں ایک کشتی پڑی ہوئی تھی۔ حارد بھاگا اور اُچھل کر کشتی میں سوار ہو گیا کشتی فوراً چل پڑی نہر کا پانی اونچا ہونے لگا اور کشتی کو اتنی تیزی سے بہا کر لے گیا کہ حارد کشتی کے دونوں سرے نہ پکڑ لیتا تو ضرور پانی میں گر جاتا...... کشتی حارد کو جنگل سے باہر لے آئی تھی...... دریا کا رنگ زرد تھا سونے کے ذرے پانی میں چمک رہے تھے۔ دریا کے دونوں طرف ہرے بھرے سبزہ زار اور انار کے درخت تھے...... اور سامنے سیاہ پہاڑوں کا ایک لمبا سا سلسلہ تھا...... حارد کی جان میں جان آئی کشتی کنارے ہی پر آ کر رکی تھی۔ حارد تیزی سے کشتی سے باہر آیا پانی پیا اور سبزے پر لیٹ گیا...... چاروں طرف نظر دوڑائی منظر بہت اچھا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا......

واہ یہ جگہ تو بہت ہی اچھی ہے۔ ابھی حارد اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے لکڑی کی ٹک ٹک سنائی دی...... دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی لکڑی ٹیکتا حارد کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے لیکن اتنا بوڑھا ہے کہ بڑی مشکل سے چل رہا ہے۔

حارو اس کا بڑھاپا دیکھ کر ہنسا اور بولا

کیوں بڑے میاں تم بھی چشمۂ شفا کی تلاش میں یہاں تک آ پہونچے ہو. سوا سو برس بوڑھے تو تم آج بھی دکھائی دے رہے ہو اور کتنا زندہ رہنا چاہتے ہو؟

بڑے میاں قریب آ چکے تھے اور شاید جو کچھ حارو نے کہا تھا وہ انہوں نے سنا بھی نہیں تھا...... حارو کے قریب آکر بولے.

خدا کا شکر ہے کسی انسان کی صورت تو دکھائی دی...... بیٹا مجھے دریا پار کرا دوگے؟

پاگل ہو گیا ہے بوڑھے میں خود دریا پار کروں گا یا تجھے پار کراؤنگا.

حارو نے بڑے غصے سے جواب دیا......

تو پھر ایسا کرو تھوڑے سے پیسے دے دو میں واپس چلا جاؤں گا. بڑے میاں پیسے مانگ رہے تھے حارو کے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا تھا.......

میرے پاس پیسے ویسے کچھ نہیں ہیں. حارو نے جھڑک کر جواب دیا.......

سالم کے بیٹے ہونا...... اس نے تمہیں کسی انسان کی مدد کرنے کے لئے پیسے نہیں دیئے تھے؟

حارو یہ سنکر چونکا سوچنے لگا کہ اس کے باپ نے چلتے وقت جب اشرفیاں دیں تھیں تو یہ تو کہا تھا کہ کسی انسان کی مدد کرنا ضرورت پڑے تو اشرفیاں دے دینا میری اشرفیاں میرے دوست لوٹ کر لے گئے''...... حارو نے بوڑھے کو کڑوے لہجے میں جواب دیا.

اشرفیاں تو بہت دی ہوں گی تمہارے باپ نے؟

بوڑھا جیسے سب کچھ جانتا تھا حارو حیران ہو رہا تھا کہ بوڑھے کو کیسے پتہ چل گیا کہ اس کے باپ نے بہت ساری اشرفیاں دی تھیں. حارو بولا.

آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میرے باپ نے مجھے اشرفیاں دی تھیں؟

بوڑھے نے جواب دیا. سالم ایک اچھا انسان ہے وہ دوسرے انسانوں کا حق ادا کرنا جانتا ہے مجھے لگتا ہے تم نے ضرورت سے زیادہ اشرفیاں خرچ کر دی ہیں.... حارو کا مزاج اتنا چڑ چڑا ہو گیا تھا کہ وہ کسی بات کا نرم جواب دے ہی نہیں سکتا تھا. کہنے لگا.

میرے باپ کی دی ہوئی اشرفیاں تھیں جسے میں نے چاہا اس طرح خرچ کر دیں آپ کون

بوڑھا مسکرایا اور بولا ....

بیچارا سالم نہیں جانتا تھا کہ جو بُرے ہوتے ہیں وہ بُرے ہی رہتے ہیں. نوجوان یاد رکھنا انسان کے پاس اگر کوئی چیز اس کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے تو اس میں دوسرے مجبور انسان کا حق ہوتا ہی ہے پیسہ ہو یا کھانا کپڑا ہو یا زمین جس کو زیادہ ملتا ہے اس لئے ملتا ہے کہ وہ ضرورتمند تک پہنچا دے خیر مگر تم سمجھو گے نہیں خدا حافظ ....

یہ کہہ کے بوڑھا دریا کی طرف چل پڑا اپنی لکڑی پانی پر پھینکی جو دیکھتے ہی دیکھتے خوبصورت کشتی بن گئی. حارو دوڑا ......

بابا...... بابا مجھے بھی دریا کے پار کرا دو ......

مگر کشتی چند لمحوں میں بلبے چوڑے دریا کو پار کر کے سیاہ پہاڑ تک پہنچ چکی تھی.

اب حارو پچھتا رہا تھا. اس کے باپ نے یہ بھی تو کہا تھا کہ دریائے زرد کا علاقہ جنوں دیوؤں اور پریوں کی دنیا ہے. مگر اب کیا ہو سکتا تھا بوڑھا تو جا چکا تھا اور دریائے زرد کا سنہرا پانی لہریں لے رہا تھا ...... حارو تھوڑا بہت تیرنا جانتا تھا اس نے دریا میں کودنے اور تیرنے کا ارادہ کیا ...... کودنے والا ہی تھا کہ ایک سیٹی جیسی باریک آواز سنائی دی ....

ارے کوئی ہے جو مجھے بچالے. اے اچھے انسان دریا پار کرنے سے پہلے مجھے بچالے حارو نے اِدھر اُدھر دیکھا اسے کوئی دکھائی نہیں دیا حارو پھر کودنے لگا آواز پھر آئی.

اے بھائی مسافر میں ڈوب رہا ہوں پہلے مجھے تو بچالو ......

ارے بچو یہ تو چھوٹی انگلی برابر بونا تھا جو ایک سوکھے پتے پر سوار دریا کی لہروں پر ڈول رہا تھا. چونی برابر گول منہ کالے موتیوں جیسی چمکتی آنکھیں گندم کے دانے جیسی چھوٹی سی ناک. بیچارا بونا واقعی مصیبت میں تھا دریا کی اونچی اونچی لہروں پر ڈول رہا تھا اور اپنے آپ کو گرنے سے بچا رہا تھا. حارو کو ہنسی آگئی. حارو بولا. تم تو ڈوب ہی جاؤ تو اچھا ہے تمہارے جینے کا فائدہ بھی کیا ہے.

بونا اداس ہو گیا ...... اور بہت گڑگڑا کر بولا.

دوست ایسی باتیں مت کرو ...... میں خدائی مخلوق ہوں اس دنیا میں چیونٹی بھی اللہ میاں نے

کسی نہ کسی فائدے کے لئے پیدا کی ہے میں تمہارے جیسی آنکھ ناک والا بندہ ہوں خدا کے لئے مجھے بچالو دیکھو دیکھو یہ لہر تمہارے قریب آرہی ہے صرف ہاتھ بڑھا کر مجھے اٹھالو .... لہر قریب آئی حارو اگر اچھا انسان ہوتا تو بونے کو آسانی سے بچا سکتا تھا لیکن جیسے ہی بچانے کا وقت قریب آیا حارو نے شرارت سے بونے کو اٹھا کر دریا کے بیچوں بیچ پھینکدیا. بونا بیچارا پانی میں جاگرا........ مگر اسی وقت حارو کو ایسا لگا جیسے اس کی ٹانگیں بھاری ہو رہی ہیں گھبرایا چلانے لگا......

مجھے کچھ ہو رہا ہے. پتھر ہو رہی ہیں میری ٹانگیں دریائے زرد کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں پر گر پڑا اسے ایسا لگا جیسے یہ پتھر نہیں ہیں کئی انسان ہیں جو پتھر جیسے بن گئے ہیں اور کائی میں چھپ گئے ہیں ہاتھ پاؤں ناک آنکھ کان حارو گھبرا گھبرا کر ان پتھروں پر ہاتھ پھیر رہا تھا اب حارو کا آدھا بدن پتھر کا ہو چکا تھا. بونے کی آواز پھر آئی.

پھر کیا ہوا؟ یہ آئندہ شمارے میں پڑھیئے.

جہاں قالین وہیں صفائی

سنووھائٹ
ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس:
عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

○ بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵	○ ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۲۹
○ جمشید روڈ " ۴۱۱۳۰۲	○ امیر خسرو روڈ " ۴۱۳۶۹۵
○ کھارادر " ۲۲۵۸۰۳	○ راشد منہاس روڈ " ۴۱۱۳۰۲
○ گارڈن روڈ " ۷۲۲۴۳۳	○ حسن اسکوائر " ۵۲۶۵۲۹
○ برنس روڈ ۲۰۲۳۲۶	

سنووھائٹ
ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۲۹
زونل آفس: صدر بازار، راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

مصنوعات کی دُنیا میں
ایسی کوئی مِثال یا ریکارڈ ہو تو بتائیے؟

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجئے۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید و مؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ تو کیا خریدتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

"مجھے اچھّا ٹوتھ پاؤڈر چاہئے"

غور کیجئے! ہمیں آپ کے انتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ و پسندیدہ **"ٹوتھ پاؤڈر"** کا نام **"کمپنی کا نام"** یہاں تک کہ **"مونوگرام"** ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کر لیں۔ ہم شکر گزار ہوں گے اگر آپ جعلی و نقلی کی شکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کارروائی کر سکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER
P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

ماہنامہ

آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی ذوق کی تسکین کا ذریعہ بھی
اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہوجایئے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۳ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۷۵/۴۵ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۱۲۰/۹۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ۱۵۰/۹۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ۲۴۰/۱۸۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سالہ ممبرشپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ......روپے کا بینک ڈرافٹ/پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ـــــ میرے نام حسبِ ذیل پتے پر ماہ ......سے ماہنامہ
جاری کردیا جائے۔

نام ـــ

مکمل پتہ ـــ

کوئی ضروری ہدایت ـــ

فون نمبر ـــــــــــــــــ دستخط ـــــــــــــــــ

ڈاک ٹکٹ
یہاں لگائیں

ماہنامہ آنکھ مچولی

گرین گائیڈ اکیڈمی

ڈی — ۱۱۲ — سائٹ — کراچی نمبر ۱۶

پاکستان

مشاغل کی کہانی

ڈاک ٹِکٹ جمع کرنا

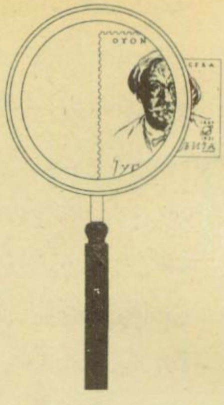

عقیل عبّاس جعفری

ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کی کہانی بھی اتنی پرانی ہے جتنی خود ڈاک کے ٹکٹوں کی کہانی — جیسا کہ ہم نے پچھلی قسط میں بتایا تھا۔ ڈاک کا پہلا ٹکٹ "پینی بلیک" یکم مئی ۱۸۴۰ء کو فروخت کے لئے ڈاک خانوں میں پیش کیا گیا اور ۶ مئی ۱۸۴۰ء کو پینی بلیک کے استعمال کا آغاز ہوا۔ یکم مئی ۱۸۴۰ء کو برٹش میوزیم کے ڈاکٹر جان ایڈورڈ گرے نے پینی بلیک کا ایک بلاک خرید کر یونیفارم پینی پوسٹیج کی یادگار کے طور پر محفوظ کرلیا۔ یہ ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کے مشغلے کا آغاز تھا۔ ڈاکٹر گرے نے بعد ازاں اپنے ذخیرے میں مزید اضافہ کیا اور ۱۸۶۳ء میں اپنے ذخیرے کے ٹکٹوں کا ایک کیٹلاگ بھی شائع کیا۔

ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کے مشغلہ کو "فلیٹ لی" (Philately) کا نام بھی اسی زمانے میں دیا گیا۔ جو دو یونانی الفاظ Philos بمعنی شوق اور ateles بمعنی محصول اداشدہ کا مرکب ہے۔ یعنی ایسی کسی چیز کا شوق، جس کا محصول ادا کیا جا چکا ہے۔

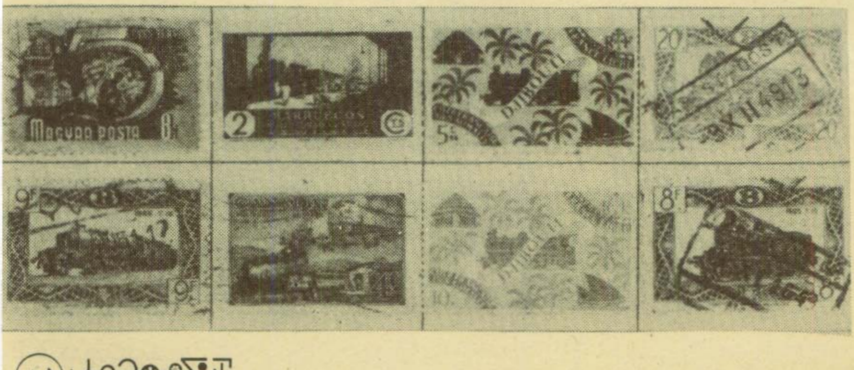

آج ٹکٹ جمع کرنا دنیا کا سب سے دلچسپ شوق ہے۔ لوگ ٹکٹوں کو اِن کے نادر اور نایاب ہونے کی وجہ سے ہی جمع نہیں کرتے بلکہ ان کے ڈیزائن، تصاویر اور ان واقعات کے سبّب سے بھی جمع کرتے ہیں، جن کی یاد میں وہ جاری کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت ڈاک ٹکٹ کسی معاشرے کی مکمل تصویر ہوتے ہیں۔ گھر بیٹھے دنیا کی سیر کرنے کا ایک بہترین اور دلچسپ ذریعہ ٹکٹ بھی ہیں۔ جن کے ذریعے مختلف ممالک، اقوام اور تہذیبوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں مثلاً اگر آپ کے پاس کسی ملک کا ٹکٹ ہو تو آپ کو یہ جاننے کی جستجو ہوگی کہ اس ملک کا جغرافیائی محل وقوع کیا ہے۔ اس کے اطراف میں کون کون سے ممالک ہیں۔ اس کا رقبہ اور آبادی کتنی ہے۔ اس ملک کی اہم پیداوار اہم صنعتیں کون کونسی ہیں۔ اس ملک کے اہم لوگ کون ہیں۔ اس ملک کی بڑی اور اچھی عمارتیں کون کونسی ہیں۔ لوگوں کے لباس کیسے ہیں۔ ٹکٹوں کی البم بالکل اسی طرح علم و دانش کا ایک خزانہ ہوتی ہے جس طرح کسی بھی موضوع پر علم سے بھرپور کوئی تحقیقاتی کتاب!

کیا جمع کریں؟

کیا جمع کریں؟ اور کیسے جمع کریں؟ یہ وہ مسائل ہیں جن کا ہر نئے شوقین کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آج سے تقریباً سو برس پہلے ایک شوقین کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ دنیا کے تمام ٹکٹوں کا مجموعہ اکٹھا کرلے۔ لیکن آج ڈاک ٹکٹوں کے جمع کرنے کی شہرت کو دیکھ کر ملکوں نے انہیں اپنی تہذیب وثقافت، صنعت و حرفت، قدرتی حالات جغرافیہ اور مختلف میدانوں میں اپنی ہنرمندی کی شہرت کو پھیلانے کا ایک ذریعہ بنالیا ہے۔

مشکل سے کوئی ایسا موضوع یا نظریہ رہا ہوگا جس نے ٹکٹوں پر جگہ نہ پائی ہو۔ ان میں چند مشہور موضوعات ہوائی ڈاک، مصوری، پرندے، تتلیاں، مناظر قدرت، ذرائع آمد و رفت، مچھلیاں، جانور، مشہور شخصیات، کھیل پانی کے جہاز، ہوائی جہاز اور خلاء کی تسخیر وغیرہ ہیں۔ موضوعات کے اس تنوع اور تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ بات بھی قریب قریب بالکل ناممکن ہوگئی ہے کہ دنیا کے تمام ممالک کے مخصوص ٹکٹوں کا ہی مجموعہ اکٹھا کرلینا چاہیئے۔

اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ ہر شوقین کو کسی خاص ملک یا کسی خاص موضوع یا نظریہ کو اپنانا چاہیئے۔ دراصل کسی خاص موضوع پر ہی کوئی مجموعہ چند سالوں میں ایک دلکش نمونہ بن سکتا ہے۔ تقریباً ہر شخص اپنی دلچسپی کا موضوع تلاش کرسکتا ہے اور اس موضوع کا ایک سرگرم شائق بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کھیل کے موضوع پر ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والا اس موضوع کو اولمپک کھیلوں، ورلڈ کپ انڈور گیمز، آوٹ ڈور گیمز اور پھر کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، وغیرہ الگ الگ ذیلی عنوانات میں تقسیم کرسکتا ہے۔

پھر بھی یہ بات آپ کی مرضی پر منحصر ہوتی ہے کہ آپ ٹکٹ جمع کرنے سے پہلے فیصلہ کریں کہ آپ کو دراصل کیا جمع

کرنا چاہیے ؟ جب کبھی آپ کسی موضوع کو اپنائیں آپ کی کوشش حتی الامکان یہی ہونی چاہیے کہ مکمل مجموعہ تیار ہو۔ مخلوط مجموعوں سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی بھی چیز شوق کی دلچسپی کو اتنا تباہ نہیں کرتی جتنا کہ بے ترتیبی۔

آپ اپنی دلچسپی کا کوئی بھی موضوع منتخب کریں۔ لیکن اس بات کا دھیان ہے کہ اس موضوع پر ٹکٹ آسانی سے حاصل ہو جائیں۔ "پاکستان کے ڈاک ٹکٹ"، جانوروں یا پرندوں کے ڈاک ٹکٹ یا ہوائی جہاز، ریل گاڑی یا پانی کے جہاز والے ڈاک ٹکٹ، ایک نئے شوقین کے لئے بہترین موضوعات ثابت ہو سکتے ہیں۔

کیسے جمع کریں

ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ اور آپ معمولی سی کوشش سے ٹکٹوں کے ایک شاندار ذخیرے کے مالک بن سکتے ہیں۔ بہت سے ٹکٹ آپ کو گھر آنے والی ڈاک سے مل جائیں گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی دوست یا رشتہ دار کسی بیرونی ملک میں ہے تو آپ اس کی معرفت اس ملک کے ٹکٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

ایک نسبتاً آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ پرانے ٹکٹ بیچنے والوں سے مختلف ملکوں کے ٹکٹوں کے پیکٹ خرید لئے جائیں۔ ان پیکٹوں سے آپ کئی ممالک کے ٹکٹ حاصل کر سکتے ہیں جو ٹکٹ ان میں فالتو ہوں وہ آپ اپنے دوستوں سے تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ بازار میں ایک ہی ملک یا ایک ہی موضوع کے متعدد ٹکٹ بھی دستیاب ہوتے ہیں شغل کے آغاز میں ایسے ٹکٹ بھی خریدے جا سکتے ہیں۔

• ڈاک ٹکٹ چھاپنے کا قدیم طریقہ

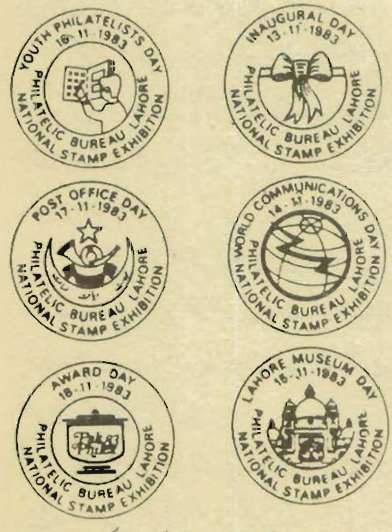

۱۳ تا ۱۹ نومبر ۱۹۸۳ء کو جاری ہونے والی ڈاک خانے کی مختلف مہریں۔

جب آپ کے پاس آپ کی پسند کے ٹکٹوں کا کافی ذخیرہ اکٹھا ہو جائے تو ایک خوبصورت البم خرید لیں۔ یہ البمیں بازار میں بآسانی دستیاب ہوتی ہیں۔ ایک نئے شوقین کے لئے مناسب یہی ہوتا ہے کہ وہ ان البموں سے پرہیز کرے۔ جس کے دونوں طرف ٹکٹ چسپاں کئے جاتے ہیں۔ ایسی البموں کو کھولتے وقت ہر دم یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں ٹکٹ پھٹ نہ جائیں یا انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ ایسی البم استعمال کی جائے جس کے صرف ایک رُخ ٹکٹ چسپاں کئے جائیں۔

ٹکٹوں کا چسپاں کرنا

البم پر ٹکٹوں کو چپکانے کا کام شروع کرنے سے پہلے آپ کے پاس ایک چمٹا اور کونے Hinges ہونا ضروری ہیں۔

ٹکٹوں کو چسپاں کرنے کے لئے لیس دار ٹیپ، گوند یا ٹکٹوں کی شیٹ والا فالتو حصہ وغیرہ کبھی استعمال نہ کریں۔ اس طرح نہ صرف البم خراب ہوتی ہے بلکہ جب کوئی ٹکٹ دوبارہ اتارا جاتا ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ اگر ٹکٹ کا ذرا سا کنارہ بھی خراب ہو جائے تو اس کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ البم میں ٹکٹ ہمیشہ کونوں سے لگائیے۔ یہی سب سے محفوظ طریقہ ہے۔

کونے یا ہنجز Hinges چھوٹے چھوٹے مستطیل نما ایک خاص قسم کے پتلے مگر سخت قسم کے کاغذات ہوتے ہیں۔ جس کے دونوں رُخ گوند لگا ہوتا ہے۔ اس لئے خشک ہو جانے پر ان پر سے ٹکٹوں کو یا ان کو البم سے ٹکٹوں کو نقصان پہنچائے بغیر جدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ کونے زیادہ مہنگے نہیں ہوتے اس لئے ہمیشہ اچھی قسم کے کونے استعمال کرنا چاہیئے۔

بازار میں دو قسم کے کونے ملتے ہیں۔ اوّل مڑے ہوئے یا Folded دوم سادے۔ مڑے ہوئے کونوں کا بڑا حصہ البم پر لگائیں اور چھوٹے حصہ کو ٹکٹ پر لگائیے۔ سادے کونوں کو موڑتے وقت خیال رکھیں کہ ان کا ۱/۳ حصہ ٹکٹ پر اور ۲/۳ حصہ البم پر ہو۔ تاکہ جب آپ البم پر سے ٹکٹ اتارنا چاہیں تو نہ البم خراب ہوا اور نہ ٹکٹ پر کوئی بُرا اثر پڑے۔

اس شغل میں ایک چمٹے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹکٹوں کو اٹھاتے وقت اپنی انگلیوں اور انگوٹھے کی بجائے چمٹے کا استعمال کیجئے۔ کیونکہ انگلیوں کے استعمال سے ٹکٹوں پر اکثر دھبے پڑ جاتے ہیں اور اس طرح وہ خراب اور بدصورت ہو جاتے ہیں۔ چمٹا صاف ستھرا ہونا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے ابتداء میں چمٹے کا استعمال کرنے میں آپ کو پریشانی ہو

لیکن کچھ عرصے بعد آپ اس کو مشاقی سے استعمال کر سکیں گے۔

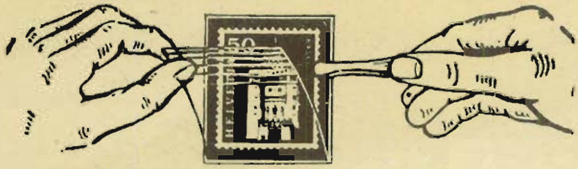

• چمٹی کا استعمال، ڈاک ٹکٹ لگانے کا صحیح طریقہ

اب آپ کے پاس ٹکٹ، البم، چمٹا اور کونے ہیں۔ پہلا کام آپ یہ کریں کہ تمام استعمال شدہ ٹکٹوں کو، لفافے پر سے، اس کے ارگرد آدھا آدھا انچ فاصلہ چھوڑ کر کاٹ لیں زیادہ نزدیک سے کاٹنے سے ٹکٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ ان کاغذ کے ٹکڑوں کو جن پر ٹکٹ چپکے ہوئے ہیں۔ ایک ٹھنڈے پانی کی ٹرے یا کسی اور برتن میں ڈال دیں۔ پانی میں ڈالنے کے کچھ دیر بعد ٹکٹ خود بخود اترنے لگیں گے۔ اب انہیں کاغذ سے احتیاط سے علیحدہ کر کے ایک صاف بلاٹنگ پیپر (سیاہی چوس) یا کسی اور صاف ستھرے کاغذ پر رکھ دیں اور دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیں جب ٹکٹ یہ سوکھ جائیں تو انہیں اٹھالیں۔ اب انہیں سیدھا کر کے کسی کتاب میں چند گھنٹوں کے لئے رکھ دیجئے۔

بھگونے، خشک کرنے اور سیدھا کرنے کے بعد آپ کے ٹکٹ البم میں لگنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

اب آپ ان ٹکٹوں کو کسی موضوع یا ممالک کے حساب سے علیحدہ کیجئے۔ اور جو ٹکٹ زائد ہوں انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کی بجائے انہیں علیحدہ اسٹاک البم میں لگائیے تاکہ آپ ان کے بدلے اپنے موضوع سے متعلق ٹکٹ تبدیل کر سکیں۔

ٹکٹوں کی ترتیب

جب آپ ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ اختیار کریں تو آپ کی ہر ممکن کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپ کا مجموعہ ہر طرح مکمل ہو۔ آپ کے موضوع پر جتنے بھی ٹکٹ جاری ہوئے ہوں ان میں منتخب ٹکٹ، آپ کی البم میں ہونے چاہئیں، اپنے مجموعے کو مکمل بنانے کے لئے یہ تمام معلومات آپ کو فہرست (کیٹلاگ) سے مل سکتی ہیں۔ جو بازار میں دستیاب ہوتی ہیں۔ اپنی البم کے صفحات اس وقت تک آراستہ کرتے رہئے جب تک آپ کو تمام فرداری ٹکٹ مہیا نہ ہو جائیں اس ترتیب میں ان ٹکٹوں کے لئے خالی جگہ چھوڑ دینی چاہئے جو آپ کے پاس نہ ہوں اور جب وہ ٹکٹ آپ کو مل جائیں تو پھر ان کو ان کی مخصوص جگہ پر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ ایک صاف ستھرا

مناسب اور ترتیب وار مجموعہ ایک بے ترتیب مجموعے سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ ہر ٹکٹ کے سامنے اس کے بارے میں کچھ تفصیل دینا ضروری ہے۔ ٹکٹوں کے بارے میں اس طرح کے معلوماتی نوٹ لکھنا مشغلے کے دلچسپ کاموں میں سے ایک ہے۔

البم کے صفحات پر عام طور پر گراف بنے ہوتے ہیں۔ جس کی مدد سے صفحے کو چھوٹے چھوٹے مربعوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان مربعوں کی تعداد اور موجودہ جگہ کے مطابق آسانی سے کام کیا جا سکتا ہے۔ ٹکٹوں کو آراستہ کرتے وقت آپ کو اس بات کا دھیان رکھنا ہوگا کہ ہر نوٹ کے لئے ضرورت کے مطابق جگہ چھوڑی جائے۔ یہ نوٹ عام طور پر ان معلومات کی تفصیل میں ہونے چاہئیں جو ٹکٹ پر ہوں۔ مثلاً جاری ہونے کی تاریخ جاری ہونے کی وجہ، چھپائی میں استعمال ہونے والا واٹر مارک، چھاپنے والے کا نام، رنگوں کے نام، استعمال شدہ کاغذ کی قسم اور ان کی شائع کردہ تعداد وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ تحریر مختصر ہونی چاہئے اور بیانات اتنے طویل نہیں ہونی چاہئے کہ ٹکٹوں کی اصل اہمیت پر چھائیں اور ان پر اثر انداز ہو کر انہیں بالکل بے حقیقت بنا دیں۔ ٹکٹوں کو ترتیب دیتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ صفحہ پر نہ تو زیادہ ٹکٹ ہونے چاہئیں نہ وہ معلوماتی بیانات سے ڈھکا ہوا ہو۔ یہ دونوں چیزیں مناسب ہونی چاہئے اس سے صفحہ دلکش اور معلوماتی بن جائے گا۔ یہ بھی دھیان رکھنا چاہئے کہ یہ معلوماتی تفصیلات پنسل سے باریک تحریر میں لکھی جائیں تاکہ اگر ضرورت پڑے تو بعد میں مٹائی بھی جا سکے۔ معلوماتی بیانات کو ٹکٹ چسپاں کرنے سے پہلے تحریر کر لینا چاہئے

فرسٹ ڈے کورز

ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کے شائقین میں پہلے دن کے لفافے فرسٹ ڈے کورز کی خاص اہمیت ہوتی ہے۔ محکمہ ڈاک جس روز کوئی نیا ٹکٹ یا ٹکٹوں کا کوئی سیٹ جاری کرتا ہے اس روز اس ٹکٹ یا اس سیٹ کی مناسبت سے ایک لفافہ اور ایک خاص مہر جسے پوسٹ مارک کہا جاتا ہے۔ بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ ان لفافوں کو فرسٹ ڈے کورز کہا جاتا ہے۔ محکمہ ڈاک شائقین کی دلچسپی کے پیش نظر ان لفافوں کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت ڈیزائنوں میں تیار کرتا ہے۔ اپنی افادیت کے پیش نظر ڈاک کے ٹکٹوں کے شائقین میں ان لفافوں اور ان خاص مہروں کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔

بعض شائقین فرسٹ ڈے کورز کے علاوہ ڈاک سے متعلق دیگر چیزیں بھی جمع کرتے ہیں۔ مثلاً مختلف ممالک کے لفافے، پوسٹ کارڈ اور ایروگرام وغیرہ آپ بھی چاہیں تو اس طرح کی چیزیں جمع کر کے اپنے مجموعہ کو منفرد بنا سکتے ہیں۔

ٹکٹوں کا مجموعہ زیادہ دلچسپ اس وقت ہوتا ہے جب اس میں مختلف نقائص والے ٹکٹ بھی شامل ہوں۔ نقائص والے ٹکٹ سے ہماری مراد پھٹے پرانے یا بوسیدہ ٹکٹ نہیں۔ بلکہ وہ ٹکٹ مراد ہیں جنہیں طباعت کے باعث کوئی نقص پیدا ہوگیا ہو۔ تاہم اس بات کے لئے ایک شوقین کو بہت باریک بین ہوکر ٹکٹوں میں مختلف نقائص دریافت کرکے انہیں اپنے مجموعے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ مختلف نقائص والے ٹکٹ نہ صرف مجموعے کو دلچسپ بناتے ہیں بلکہ اس کی وقعت، قیمت اور اہمیت میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔ دنیا کے تمام شائقین ڈاک کے ایسے ٹکٹوں پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور جب یہ ٹکٹ فروخت کئے جاتے ہیں تو نہایت گراں قیمت ہوتے ہیں۔

پھولوں کے چند یادگار ٹکٹ

آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ کتنا دلچسپ ہوتا ہے اور جو ایک دن بہت فائدہ مند بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ اس بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں کہ کسی دن آپ کا کوئی بیکار ٹکٹ کتنا اہم ثابت ہوسکے گا۔ سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ اختیار کرنے سے آپ کو بہت سے ممالک سے واقفیت ہوجاتی ہے۔ یہ دلکش مشغلہ نہ صرف دلچسپ ہوتا ہے بلکہ مختلف موضوعات پر علم و دانش کا ایک مفید خزانہ ثابت ہوتا ہے۔ ایک شوقین کے لئے اس کی البم ایک چھوٹی سی انسائیکلو پیڈیا ثابت ہوسکتی ہے

ماہانہ مقابلۂ معلومات

اُمّ رُباب جعفری

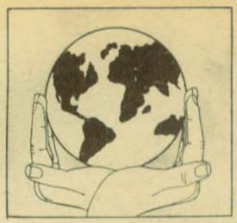

دائرۂ معلومات

ذیل میں دیے گئے ۲۰ اشاروں کے درست جوابات ہمیں ۱۰ فروری تک موصول ہو جانے چاہئیں۔
تمام درست جوابات ارسال کرنے والوں کے نام اور تصاویر بھی شائع کی جائیں گی۔
یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ پہلے اشارے کا جواب جس حرف پر ختم ہوگا۔
دوسرے اشارے کا جواب اُسی حرف سے شروع ہوگا۔

۱۔ ایک تلوار۔ جو حضرت علیؓ کی نسبت سے مشہور ہے؟
۲۔ فرانس کا مشہور فلسفی جس کی کتاب "معاہدۂ عمرانی" بہت مشہور ہے؟
۳۔ پاکستان کرکٹ کے مشہور "محمد برادران" میں سے ایک۔
۴۔ ایک مشہور بزرگ جن کا مزار لاہور میں ہے؟
۵۔ دنیا کا سب سے بڑا پرندہ جو اڑ نہیں سکتا مگر اس کی تیز رفتاری ضرب المثل ہے؟
۶۔ اردو کے ایک مشہور افسانہ نگار جن کا افسانہ "آنندی" بہت مشہور ہے؟
۷۔ زیڈ اے بخاری کی مشہور کتاب جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے حالات تحریر کئے ہیں؟
۸۔ ایک خاندان جس نے ہندوستان پر ۱۳۲۱ء سے ۱۴۱۲ء تک حکومت کی؟
۹۔ اردو کے پہلے شاعر؟
۱۰۔ پاکستان کے شمالی علاقے کی ایک خوبصورت ریاست؟
۱۱۔ مشہور انگریز کیمیادان جس نے ہائیڈروجن گیس دریافت کی؟
۱۲۔ ایک مشہور کھیل جسے ۶۴ سیاہ و سفید خانوں کی بساط پر کھیلا جاتا ہے۔؟

۱۳۔ ایک یوم ۔ جسے "سیدالایام" کہا جاتا ہے اور جس کے نام پر قرآن پاک میں ایک سورت بھی ہے ؟

۱۴۔ جاپان میں خودکشی کرنے کا ایک طریقہ ؟

۱۵۔ چین کا سب سے بڑا دریا ؟

۱۶۔ مشہور پہلوان ۔ جن کا اصل نام غلام محمد تھا ؟

۱۷۔ ایک مشہور بین الاقوامی ادارہ جس کا مقصد دنیا بھر میں امن کا قیام ہے ۔ ؟

۱۸۔ پاکستان کے اسکواش کے مشہور کھلاڑی جو سات برس تک اسکواش کے عالمی چیمپین رہے ؟

۱۹۔ مشہور انگریز امیرالبحر جو جنگ ٹریفالگر کی وجہ سے مشہور ہے ؟

۲۰۔ ایک ملک جس کے دارالحکومت کا نام کھٹمنڈو ہے ؟

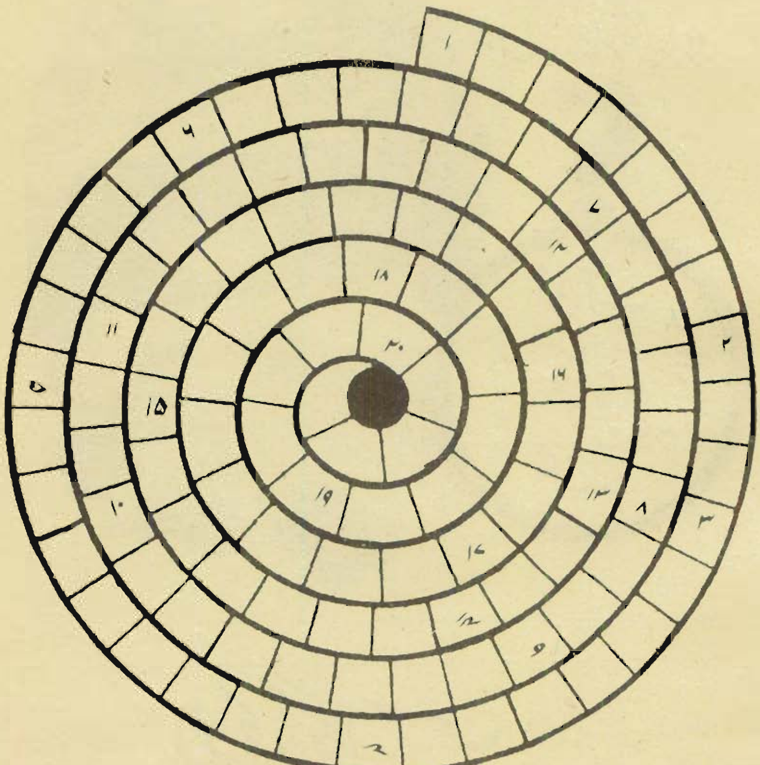

MASS

عطیہ اشتہار منجانب: راوی گلاس ۱- دیال سنگھ مینشنز- دی مال لاہور

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

۱۔ رنگروٹ
۲۔ ٹیبل ٹینس
۳۔ سجدہ
۴۔ ہارون الرشید
۵۔ دوربین
۶۔ نیل آرمسٹرانگ
۷۔ گنگا
۸۔ اکی بانا
۹۔ ابوایوب انصاری
۱۰۔ یثرب
۱۱۔ بادشاہی مسجد
۱۲۔ دیوالی
۱۳۔ یاقوت
۱۴۔ تبت
۱۵۔ تان سین
۱۶۔ نیٹو
۱۷۔ وارسا
۱۸۔ اوپیک
۱۹۔ کدو
۲۰۔ وائن برگر

تین خوش نصیب ساتھی جنہیں قرعہ اندازی کے ذریعے انعام کے لئے منتخب کیا گیا

۱۔ امجد رضا خان، شمالی ناظم آباد، کراچی
۲۔ مرینہ مقصود، جیکب لائن، کراچی۔
۳۔ شاندانہ امان، لالہ زار کالونی، راولپنڈی

تمام درست جوابات بھجوانے والے ساتھیوں کے نام

عبدالباسط محمد انور، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فیصل عدنان، پاک کالونی، کراچی
مغیرہ چوہان، لانڈھی، کراچی
ذیشان بن صفدر، اورنگی، کراچی
سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد
غلام مرتضیٰ، وحدت کالونی، حیدرآباد
توصیف الحسنین، گلبرگ، کراچی
شاہد اسلم، حاجی پورہ، گکھڑ منڈی
سید توصیف احمد، بفرزون، کراچی
منزہ طلحہ، بینک کالونی، تربیلا
حافظ طلحہ وحید، اردو بازار، لاہور
عامر ایاز، لطیف آباد، حیدرآباد
سلمان کفیل، اتحاد کالونی، لاہور
ثمینہ کفیل، اتحاد کالونی، لاہور
کوثر شریف، دستگیر کالونی، کراچی
حمیرا فلک ناز، دستگیر سوسائٹی، کراچی
فیض احمد عباسی، جھنگ صدر
فیصل احمد عباسی، جھنگ صدر
قرۃ العین اعوان، نشتر آباد، راولپنڈی
شاندانہ امان، لالہ زار کالونی، راولپنڈی
سجاد احمد، ناظم آباد، کراچی
عدنان احمد فاروقی، دستگیر کالونی، کراچی
فتحیہ صدیقی، لطیف آباد، حیدرآباد
تسنیم عنایت، ناظم آباد، کراچی
ثمینہ حبیب صدیقی، معمار کمپلیکس، کراچی
معظم شاداب صدیقی، نارتھ، کراچی
ظفر اقبال چوہدری، چاہ نشان والا، جھنگ
نجیب الدین، یونیورسٹی کیمپس، پشاور
مرزا توصیف بیگ، شاہی بازار، حیدرآباد
تنظیم عباس، دھمیال روڈ، راولپنڈی

فریال النور، معمار کمپلیکس، کراچی
عاصم علی، معمار کمپلیکس، کراچی
ربیعہ، معمار کمپلیکس، کراچی
ماہر علی احمد، بفرزون، کراچی
رضوانہ، معمار کمپلیکس، کراچی
امجد رضا، نارتھ ناظم آباد، کراچی
عابس حسین، نارتھ ناظم آباد، کراچی
عدنان لغاری، پاپوش نگر، کراچی
طاہرہ مقبول موسوی، باتھ آئی لینڈ، کراچی
یاسمین گل درانی، معمار سینٹر، کراچی
سیف اللہ صدیقی، کورنگی، کراچی
احسن خواجہ، جی۔۲/۶، اسلام آباد

مرینہ مقصود، جیکب لائن، کراچی
محمد عارف یونس، ناظم آباد، کراچی
عبدالقادر، لی مارکیٹ، کراچی
آفتاب احمد، نیا محلہ، جہلم
دانش منور جمال، لانڈھی نمبر ۴، کراچی
سید جاوید حیدر، سٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
سارہ جاوید، عبداللہ ٹاؤن، نارتھ کراچی
فرحانہ شوکت حیات، کھارادر، کراچی
فرحان شبیر، باتھ آئی لینڈ، کراچی
حسن مہندی خراسانی، انچولی، کراچی
فائزہ بسل، عبداللہ ٹاؤن نارتھ کراچی
محمد رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد، تھرپارکر

شہزاد النور، ریلوے کیرج، راولپنڈی
طاہرہ نسیم، طارق آباد، راولپنڈی
محمد ندیم اصغر، غازی نگر، کراچی
عبدالعزیز شیخ، کریانہ بازار، سکھر
وجیہا محسن، نیو کٹاریاں، راولپنڈی
رعنا ظہیر، جگہ کا نام نہیں لکھا
عقیل اختر، مسلم ٹاؤن، کراچی
سیمیں گل، سنت نگر، لاہور
محمد انور خان، عثمان آباد، کراچی
نجم السحر صدیقی، النور سوسائٹی، کراچی
محمد فاروق، کھارادر، کراچی

و تمام درست جوابات ارسال کرنے والے ساتھیوں کی چند تصاویر۔

محمد ندیم اصغر
غازی نگر، کراچی

عقیل اختر
مسلم ٹاؤن کراچی

دانش منور
زمان آباد، کراچی

محمد انور خان
عثمان آباد کراچی

سیف اللہ صدیقی
کورنگی کراچی

ایک غلطی کرنے والے بچے

رضوان احمد صدیقی، فیڈرل بی ایریا، کراچی

قریشہ وقار، لطیف آباد، حیدرآباد
اختر حسین، پٹیل پاڑہ، کراچی
مہر فاطمہ، لطیف آباد، حیدرآباد

سیّد محمد علی، لطیف آباد، حیدرآباد
مینا ولی، آریہ محلہ، راولپنڈی
صائمہ مسعود، ہری پور، ہزارہ

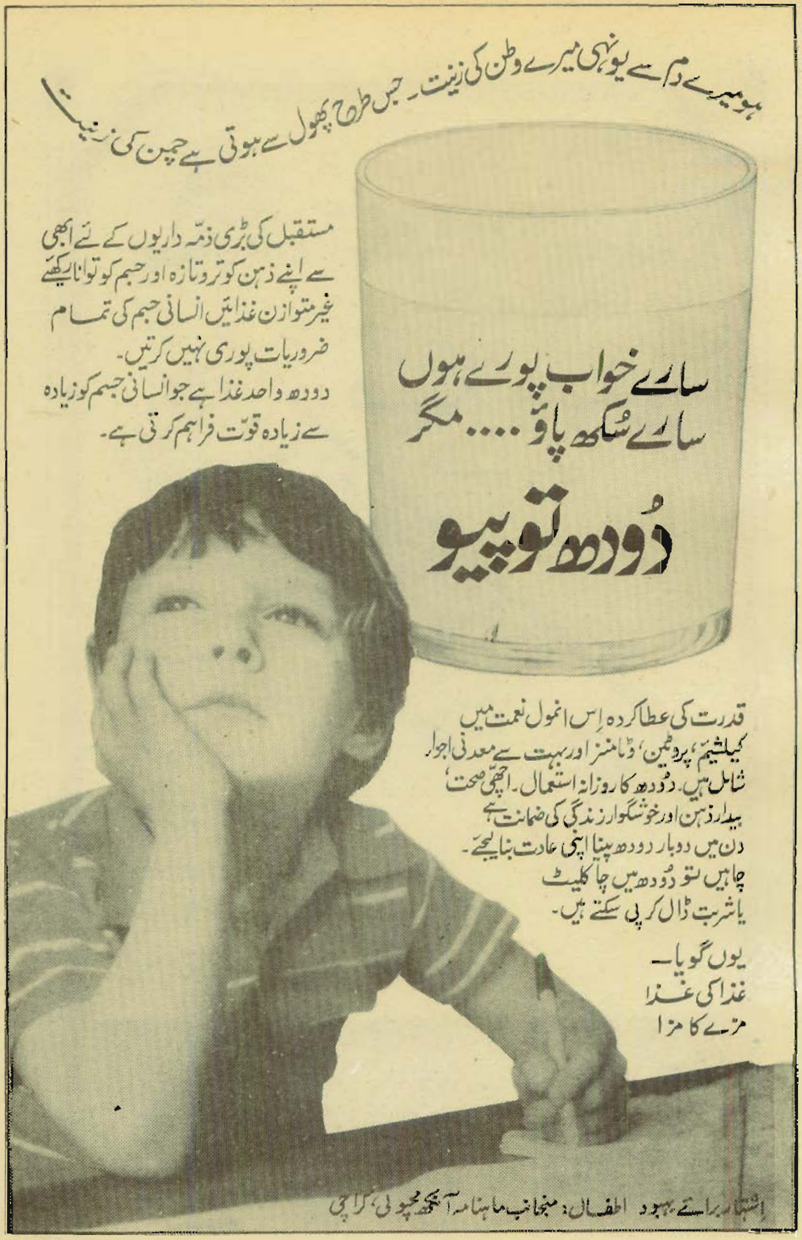
ہو میرے دَم سے یونہی میرے وطن کی زینت۔ جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
مستقبل کی بڑی ذمّہ داریوں کے لئے ابھی
سے اپنے ذہن کو تروتازہ اور جسم کو توانا رکھیے
غیر متوازن غذائیں انسانی جسم کی تمام
ضروریات پوری نہیں کرتیں۔
دودھ واحد غذا ہے جو انسانی جسم کو زیادہ
سے زیادہ قوّت فراہم کرتی ہے۔
سارے خواب پورے ہوں
سارے سُکھ پاؤ.... مگر
دُودھ تو پیو
قدرت کی عطا کردہ اِس انمول نعمت میں
کیلشیم، پروٹین، وٹامنز اور بہت سے معدنی اجزا
شامل ہیں۔ دُودھ کا روزانہ استعمال۔ اچھی صحت
بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے
دن میں دوبار دودھ پینا اپنی عادت بنالیجے۔
چاہیں تو دُودھ میں چاکلیٹ
یا شربت ڈال کر پی سکتے ہیں۔
یوں گویا۔
غذا کی غذا
مزے کا مزا
اشتہار برائے بہبود اطفال: منجانب ماہنامہ آنکھ مچولی، کراچی

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین
بِلّی مارکہ

میٹرو مِلن
اگربتّی

بھینی بھینی
اور مسحور کُن خوشبو والی
بلّی مارکہ
میٹرو مِلن اگربتّی
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اسٹریپ کے ساتھ
تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

تیار کردہ:
میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ کراچی
فون: ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس: ۲۳۴۳۴ میٹرو پی کے

ابوالفرح

ہمارے کان

ذرا اپنا کان تو ادھر لائیے۔ ہم آپ کو ایک بہت گھسا پٹا سا لطیفہ سناتے ہیں کلاس روم میں بائیلوجی کے ٹیچر نے سوال کیا کہ اگر کان نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ ایک بچے اٹھ کر جواب دیا ہمیں دکھائی نہ دیتا ٹیچر نے پوچھا وہ کیسے؟ بچے نے کہا جناب ہم عینک کہاں رکھتے۔

لیکن کان صرف عینک رکھنے کے کام نہیں آتے۔ ان پر بعض لوگ قلم اور پنسل بھی رکھ لیتے ہیں۔ اگر واقعی کان نہ ہوتے تو ہم نہ صرف سن نہیں سکتے تھے بلکہ بول بھی نہیں سکتے تھے آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر بہرے بچے گونگے بھی ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے الفاظ کو سنا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بول نہیں پاتے۔ کان کے اندر کیا ہے؟ آپ کہیں گے سونا ہوتا ہے کوئلہ بھی ہوتا ہے کبھی ہیرے بھی مل جاتے ہیں۔ ہم اس کان کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ اس وقت اس کان کا ذکر کر رہے ہیں۔ جس پر تمام بدن کا توازن قائم ہے۔

ہر کان کے تین حصے ہوتے ہیں ۱۔ بیرونی، درمیانی، اندرونی، بیرونی اور درمیانی حصوں کا تعلق سماعت یا سننے سے ہوتا ہے۔ لیکن اندرونی حصے کا تعلق حس توازن سے ہوتا ہے۔

بیرونی کان آواز کی موجوں کو جمع کرتا ہے اور ایک نالی کے ذریعے کان کے پردے میں ارتعاش پیدا کرتا ہے۔ درمیانی کان کا تعلق ایک زنجیری نالی کے ذریعے حلق کی پشت سے ہوتا ہے۔

یہ نالی دونوں کے کان کے پردوں پر ہوا کے دباؤ کو برابر رکھتی ہے۔ درمیانی کان سے آواز کا ارتعاش گزر کر اندرونی کان میں جاتا ہے جہاں یہ اعصابی دھڑکن میں بدل جاتا ہے۔ یہ دھڑکن دماغ کی سماعتی عصب کو منتقل ہوتی ہے جہاں آواز کا احساس ہوتا ہے۔

یہ تو کان کے پیچیدہ سے کام کا سادہ سا تعارف ہے۔ اگر بچوں کے کان میں سخت درد ہوتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ کان میں میل کا جم جانا ہوتا ہے۔ یا پھر کوئی انفکشن یعنی جراثیم کان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اسپرین یا پیراسٹامول کا استعمال درد کو تھوڑا بہت کم تو کر دیتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ فوری طور پر کسی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا جائے۔ بچوں میں درمیانی کان کا انفکشن زیادہ

عام ہے حلق کے ذریعے جراثیم زنجیری نالی سے درمیانے کان تک پہنچ جاتے ہیں۔

کان کا مرض عموماً ٹانسلز، خسرہ، انفلوائنزا (فلو) کے بعد ہوتا ہے۔ ہم بچوں کے امی ابو سے یہ کہیں گے کہ وہ بچوں کا ان امراض کے بعد خاص خیال رکھیں۔ کیونکہ بچوں کے کان میں درد بڑھنے کی صورت میں ان کے بہرے ہونے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے کان کے اندر گھنٹیاں بجنے لگتیں ہیں اور خدانخواستہ کہیں کان کے پردے میں چھید ہو جائیں تو کان سے خون بہنے لگتا ہے

کان کے درد کا سبب صرف کان کے اندر کوئی انفکشن نہیں ہوتا بلکہ ٹانسلز اور دانت کا درد بھی کان کے درد کا بنیادی سبب ہوتے ہیں۔

بہرے پن کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ پہلی قسم میں بیرونی کان سے آواز کی ترسیل میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اس رکاوٹ کا سبب کان میں جما ہوا میل ہے اس قسم کے بہرے پن کا ایک ایک اور سبب درمیانی کان کی ہڈیوں میں کا سخت ہونا بھی ہوتا ہے۔

دوسری قسم کے بہرے پن میں عصبی بہرا پن ہے اس میں سمعی عصب بالکل تباہ ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے بہرے پن کا سبب غلط دواؤں کا استعمال ہے۔

کان کے اندر مختلف قسم کا میل جم جاتا ہے۔ ان کی ابتداء میں صفائی کرالی جائے تو آگے آنے والے بہرے پن سے بچا جا سکتا ہے۔ تیراکی کے بعد کان کی صفائی کرانا چاہیئے وہ بچے جو کان سے ہیڈ فون لگا کر سنتے ہیں انہیں بھی کان کی صفائی وقتاً فوقتاً کراتے رہنا چاہیئے۔ بہت تیز قسم کے شور سے بچنا چاہیئے۔ خاص طور پر تیز موسیقی سے کیونکہ اس سے آپ کی سماعت متاثر ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

لڑائی جھگڑے سے ویسے بھی بچنا چاہیئے لیکن خاص طور پر کان کو بچانا بہت ضروری ہے کیونکہ اندرونی کان کا توازن خراب ہونے سے جسمانی توازن کے خراب ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور کان کو کھجانے کے لیئے کوئی سوئی اور تنکا وغیرہ کان میں نہ ڈالیں۔ اس طریقے سے کان کے پردے کو سوئی اور تنکا وغیرہ کان میں نہ ڈالیں۔ اس طریقے سے کان کے پردے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ہمیں امید ہے کیا آپ نے یہ تمام باتیں کان کھول کر سنی ہوں گی یا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھوس لی ہوں یا پھر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی ہوں۔

راہنما کتابیں

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے

گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

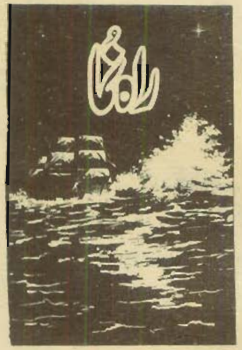

اِن کا مطالعہ ــــ علم بڑھائے گا
اِن کی موجودگی ــــ مفید ثابت ہوگی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پرشتمل خوبصورت مجموعہ
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راہنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا کارِ ثواب ہے ۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

سفرِ مبارک اور تعلیم الاسلام مفت حاصل کرنے کے لئے فی کتاب ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں۔ رقم یا کم زیادہ ڈاک ٹکٹ قابل قبول نہ ہوں گے۔

کتاب منگوانے کے لئے اس پتے پر خط لکھیں۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی ۔ سائٹ کراچی ۱۶

Reshma 222®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
AMIN
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 237856-231343

MASS

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

اپنی تحریریں مختصر بھجوائیں تاکہ شائع ہو سکیں۔ تحریر صاف خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ نقل شدہ کہانیاں بھجوانے سے گریز کریں۔ اس لئے کہ تحریروں کی چوری آپ کی ذات کے اچھے تاثر کو بھی خراب کرے گی اور آپ مستقبل کے بڑے ادیب بھی نہیں بن سکیں گے۔

پہلی اسلامی حکومت

مرسلہ: محمد سلیم، البدر ٹیکنیکل ہائی اسکول شیر شاہ کراچی

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم کی اور مقامی یہودیوں سے معاہدے بھی کئے لیکن کفار مکہ جو بت پرست تھے کسی صورت یہ نہ چاہتے تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بتوں کی مخالفت کریں اور ایسے خدا کی عبادت کے لئے کہیں جو کہیں نظر نہیں آتا چنانچہ ہجرت کے اگلے سال ہی کفار مکہ کے جنگجو اور سورما ایک زبردست فوج لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے مسلمان اگرچہ کفار سے تعداد میں بہت کم تھے اور ان کے پاس اسلحۂ جنگ کی بھی کمی تھی۔ سواریاں بھی نہ تھیں لیکن

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ان کے دلوں میں نور ایمان کی روشنی اور جرات تھی ان کے حوصلے بلند تھے۔ ان کا خدا پر کامل ایمان تھا۔ وہ شہادت کو ہمیشہ کی زندگی جانتے تھے ہزاروں کے مقابلے میں ۳۱۳ مسلمان بدر کے میدان میں

صف آرا، اور کفارِ مکہ کے اس عظیم اور بہادر فوج کو نہ صرف شکست فاش دی بلکہ دلچسپ بات یہ تھی کہ اس عظیم لشکر کے بہادر سردار ابوجہل کو دو مسلمان بچوں جن کے نام معاذ اور معوذ نے جہنم رسید کر دیا۔ مکہ کے بڑے بڑے بہادر اس جنگ میں مارے گئے۔ اس کے بعد کفارِ مکہ نے پے در پے درپے حملے کئے مگر منہ کی کھائی آخر حضورؐ نے مکہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد بھی اگرچہ کچھ جنگیں ہوئیں تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پورے جزیرۃ العرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

شہابِ ثاقب

مرسلہ: مبشر احمد ترمذی الحمد کالونی لاہور

سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ستاروں کے ٹوٹے ہوئے حصے ہوتے ہیں ان کا سائز معین نہیں ہوتا یہ چھوٹے سے چھوٹے ریت کے ذرات کی طرح اور بڑے سے بڑے بھی ہو سکتے ہیں

دراصل نظام شمسی میں سیاروں کے ساتھ ساتھ بے شمار چھوٹی چھوٹی چٹانیں، کنکریاں ریت وغیرہ سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ یہ وہ ذرات ہیں جو دُم دار ستارے اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں یہ ذرات زمین اور دوسرے سیاروں سے ٹکراتے رہتے ہیں زمین کی طرف آتے وقت اِن کی رفتار اِس قدر تیز ہوتی ہے کہ ہوا کی رگڑ سے یہ ذرات بہت گرم ہو جاتے ہیں۔ اس سے روشنی پیدا ہوتی ہے پھر یہ جل کر راکھ میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اکثر زمین تک نہیں پہنچ پاتے۔ یہ سطح زمین سے ۵۰ سے ۱۵۰ کلومیٹر کی بلندی پر نظر آتے ہیں کبھی کبھی بڑے شہابیے زمین سے ٹکرا بھی جاتے ہیں۔ امریکہ میں ایری زونا کے مقام پر ایک گہرا دہانہ ہے۔ جو ایسے ہی سہابیے سے بنا ہے اِس کی لمبائی ایک میل اور گہرائی ۷۰۰ فٹ ہے اس طرح کے دہانے کینیڈا اور سائیبریا میں بھی پائے جاتے ہیں جو سائنسدان پیری نے دریافت کیے تھے۔

خوشی اور غم

عامر سلیم سکندر

محبوب میرا بچپن کا دوست تھا۔ ہم ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے ۲، دسمبر ۱۹۸۶ء کو چھتی (جو کہ ایک گاؤں ہے) میں اس کے کسی رشتہ دار کی شادی۔ ۲ دسمبر کو بارات دلہن والوں کے گاؤں بس میں گئی۔ دلہن والوں نے بارات کی خوب آؤ بھگت کی۔ دُولہا کی بہنیں بہت خوش تھیں کبھی ادھر آتیں کبھی اُدھر جاتیں۔ ہر طرف خوشی تھی لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ خوشی غم میں

بدل جائے گی بارات بس پر واپس آئی۔ جاتل ہیڈ سے چھنی کی طرف مڑی چھنی کی طرف دو راستے جاتے ہیں۔ ایک قریب تھا لیکن بس اس راہ پر نہیں جا سکتی تھی۔ راستہ میں بس کنڈیکٹر نے بارات والوں سے کہا آپ سب دوسرے راستے پر چلے جائیں ہم اس راہ پر چلے آتے ہیں لیکن بارات والے نہ مانے۔ اور پھر بس آگے چلنے لگی۔ سڑک کے ساتھ ہی نہر اپر جہلم تھی۔ ایک جگہ سے سڑک خراب تھی جب بس وہاں پر پہنچی تو بس کا ٹائر ایک طرف سے نہر کے کنارے نیچے آکر لٹکنے لگا چند لمحے کے بعد بس باراتیوں سمیت نہر میں گر گئی ایک آدمی کے ہاتھ میں ڈھول آیا تو وہ ڈھول پر بیٹھ گیا اور وہ کنارے لگ گیا۔ شام سے لے کر صبح تک بس نہر میں رہی۔ صبح بس کو سیدھا کیا گیا تو پانچ لاشیں نکلیں ان پانچ لاشوں میں سے ایک ہمارے استاد کی تھی ان کا نام محمد رشید صاحب تھا جب یہ خبر گاؤں تک پہنچی تو ہر طرف شور ہی شور تھا مرنے والوں کو دفنا دیا گیا۔ ولیمہ پر آنے والے اب رسم قل پر آئے۔ میرے دوستو آؤ مل کر ان مرنے والوں کے لئے دعا مانگیں۔ دلہا کے والدین کو کیا معلوم تھا کہ خوشی کی جگہ غم بھی آ سکتا ہے۔

عرضی

تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے ایک گاؤں "لک" سے جناب زاہد اقبال کا ایک خوبصورت مرسلہ۔ اسکول سے رخصت لینے کا یہ بھی ایک انداز ہے

جناب عالی!

گذارش ہے بندہ کی سرکار میں
کہ عرضی ہو منظور دربار میں
میں کل سے بہت سخت بیمار ہوں
میں مکتب میں آنے سے لاچار ہوں
مجھے آج رخصت عطا کیجئے
رجسٹر میں چھٹی لگا دیجئے
مرض سے شفا جب میں پا جاؤں گا
تو مکتب میں فوراً چلا آؤں گا
گذارش بہت ہو گی سرکار کی
کہ عرضی ہو منظور بیمار کی

وفادار دوست

چوہدری ذوالفقار علی

کسی جنگل میں ایک خرگوش اور اس کی مادہ اپنے ننھے منے بچوں کے ساتھ رہتے تھے ان کے بل کے ساتھ لومڑی کا بل تھا۔ ویسے تو لومڑی ان کی ہمسایہ تھی مگر بہت ہی مکار

اور دھوکے باز تھی ہر وقت ان کو تنگ کرنے کا کوئی نہ کوئی نیا منصوبہ تیار کرتی رہتی تھی. جہاں خرگوش اور لومڑی کے بل تھے اسی جگہ شیشم کا ایک بہت بلند و بالا درخت تھا اس درخت کے اوپر ایک شہباز کا گھونسلہ تھا اس گھونسلے کے اندر شہباز کے دو پیارے پیارے رہتے تھے. خرگوش کے ایک بچے کی شہباز کے بچے کے ساتھ بڑی پکّی دوستی تھی. دونوں ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی نہیں گزار سکتے تھے . لومڑی تو ہمیشہ اپنے ہمسایوں کو تنگ کرنا اپنا اوّلین فرض سمجھتی تھی. تو ایک دن وہ جنگل کے بادشاہ کے پاس گئی اور جا کر کہا کہ جنگل کے بادشاہ! کیا بات ہے آپ کی طبیعت کچھ ناساز سی ہوتی جارہی ہے.

رنگ پیلا سا پڑ گیا ہے آپ اگر خرگوش کا گوشت کھائیں تو پھر اپنی صحت دیکھیں پھر کیا تھا بھئی شیر نے خرگوش کو حکم دیا کہ فوراً اپنا ایک نوجوان بچہ میری خدمت میں حاضر کرے ہم اسے کھانا چاہتے ہیں . خرگوش کے گھر میں کہرام مچ گیا. خرگوش اور اس کی مادہ دھاڑیں مار مار کر روئے جب رونے کی آواز شہباز کے بچے کے کانوں میں پڑی تو وہ بجلی کی سی سرعت سے آیا . پوری کہانی سن کر اس نے کہا خالہ جان آپ صاف انکار کر دیں جو ہو گا سو دیکھا جائے گا اللہ پر بھروسہ رکھو سو انہوں نے ایسا ہی کیا- اب کیا تھا. بھئی یہ خبر سن کر شیر تو آگ بگولہ ہو گیا .شیر نے خرگوش کو سبق سکھانے کی ٹھانی .جنگل کا بادشاہ پورے جلال کے ساتھ خرگوش پر حملہ آور ہوا اس کے ساتھ لومڑی بھیڑیا اور بھالو بھی حملہ کرتے آرہے تھے شہباز خرگوش کے گھر کی حفاظت کے لئے موجود تھا جونہی اس نے شیر کو آتے دیکھا شیر کے ماتھے پر بیٹھ کر دونوں آنکھیں نکال دیں بھیڑیے اور لومڑی کا ہوا. شیر درد سے چیختا ہوا ایک طرف بھاگا اور گہرے کھڈ میں گر کر مر گیا. لومڑی کی باقی زندگی اندھیروں میں بھٹک کر تمام ہوئی .

دیکھا بچو! ایک مخلص دوست نے کسطرح اپنے دوست کی مدد کی اور مکار لومڑی کو بھی سزا دی .

مجھے بلاوجہ قتل نہ کریں

مرسلہ: عمر نواز ماہر — ضلع بنوں

ایک بادشاہ کے وزیر کو غلام سے بہت چڑ تھی وہ اس غلام پر ناحق ظلم کرتا. ایک دن غلام موقع پا کر بھاگ گیا مگر اسے فوراً ہی گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور لایا گیا. ظالم وزیر نے فوراً بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اس گستاخ کو قتل کر دیا جائے تاکہ دوسرے غلام بھاگنے کی ہمت نہ کر سکیں. وزیر کی یہ بات سن کر غلام معاملہ بھانپ گیا اور بولا "حضور یہ درست ہے کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد

ہوا ہے مگر میرے دل میں بادشاہ حضور کی ابھی بھی محبت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور میرے خون سے ناحق ہاتھ سُرخ کریں اور قیامت کے دن میرے قتل کے بارے میں پوچھا جائے تو حضور لاجواب ہوں۔ اگر مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو پہلے جواز پیدا کرلیں" بادشاہ نے سوال کیا "وہ کیسے ہوسکتا ہے"؟ غلام فوراً بولا "حضور اجازت دیں تو میں اس وزیر کو قتل کردوں تاکہ اس جرم کی پاداش میں حضور مجھے قتل کردیں" یہ سن کر وزیر تھر تھر کانپنے لگا اور بادشاہ کو ہنسی آگئی۔ معاملہ رفع کرکے غلام کو آزاد کردیا گیا۔

ابّولادیں آنکھ مچولی

انور علیم بلوچ ۔ شہدادکوٹ۔

ابولادیں آنکھ مچولی
آپ کے آگے پھیلی جھولی

دادی اماں وہی پرانی
روز سنائیں ہمیں کہانی
ایک تھا راجہ ایک تھی رانی
آج سنانے کی پھر ٹھانی!

دادی اب دیتی ہیں گولی
ابولادیں آنکھ مچولی

اب دیکھیں گے کیا ہوتا ہے
رومی بھیس بدل لیتا ہے
جب کو دھوکا دے دیتا ہے
حق اسکواڈ خبر لیتا ہے

اب ہو آگے کیا مچولی
ابولادیں آنکھ مچولی

"لذیذار لطیفے" پڑھ کر
ہنس دیتے ہیں ہم بڑھ چڑھ کر
آڈو علے لے لیں بڑھ کر
ابّو کے شانے پہ چڑھ کر

ان سے بولیں ایک ہی بولی
ابّو لادیں آنکھ مچولی!

آنکھ مچولی پڑھنے بھی دیں
ہم کو آگے بڑھنے بھی دیں

علم سے دامن بھرنے بھی دیں
سمجھنے اور سنورنے بھی دیں
ہم نے ان کی جیب ٹٹولی
ابو لا دیں آنکھ مچولی

مشکل سوال

مرسلہ: سیدہ فارسینہ سحر، ماڈل کالونی کراچی

ایک بار کسی ملک سے تین سوداگر شاہی مہمان بن کر آئے بادشاہ نے ان کی خوب خاطر مدارت کی چند دن بعد وہ شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے "عالیجاہ، ہم تینوں ایک سوال کا جواب چاہتے ہیں بادشاہ نے غور سے ان کے سوال سنے مگر کسی ایک کا بھی جواب نہ دے سکا اس نے اپنے درباریوں، مصاحبوں، داناؤں اور جادوگروں کو بھی بلوا بھیجا۔ مگر سب بغلیں جھانکتے رہ گئے بادشاہ کو یہ صورت حال دیکھ کر سخت شرمندگی اور خفگی محسوس ہوئی اور بڑبڑاتے ہوئے بولا "کیا ہماری سلطنت میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو ہمارے مہمانوں کے سوالوں کا جواب دے سکے"؟ اس پر ایک درباری نے اٹھ کر عرض کیا "عالیجاہ آفندی کے سوا ان سوالوں کا جواب کوئی نہیں دے سکتا ناچیز کی رائے ہے کہ عالم پناہ آفندی کو طلب کریں۔ بادشاہ نے فوراً آفندی کو بلانے کا حکم دیا۔ آفندی صاحب حکم ملتے ہی خچر پر سوار چھڑی ہاتھ میں لئے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے اور خچر سمیت دربار میں جا گھسے۔ عالیجاہ اس بندے کو کیسے یاد فرمایا؟" ہمارے ان مہمانوں نے کچھ سوالات کئے ہیں۔ ان کا جواب دو۔" بادشاہ نے حکم دیا اور آفندی مہمانوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک مہمان نے سوال کیا "زمین کا مرکز کہاں ہے؟" "یہاں میرے گدھے کی اگلی دائیں ٹانگ کے نیچے" آفندی نے اپنی چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے پورے اعتماد سے جواب دیا مہمان جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا۔

اور خاموش ہو گیا۔ اب دوسرے مہمان کی باری تھی۔ اس نے سوال کیا "آسمان پر کل کتنے ستارے ہیں؟" آپ میرے گدھے کی پیٹھ کے بال گننا شروع کر دیں۔ آسمان پر ستاروں کی تعداد ان بالوں کے برابر ہے۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟ مہمان نے آفندی کو زچ کرنے کی کوشش کی۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو میرے گدھے کی پیٹھ کے بال گنیں اگر ایک بال بھی فرق نکلے تو میری گردن پکڑ لیجئے گا" لیکن کوئی گدھے کے بال کیسے گن سکتا ہے؟" مہمان نے جواب دیا "ہاں اب آپ عقل کی بات کر رہے ہیں نا! آپ خود ہی کہیے، بھلا کوئی کیسے اندازہ لگا سکتا ہے کہ آسمان پر کتنے ستارے ہیں! یہ سن کر دوسرا مہمان بھی بغلیں جھانکنے لگا۔ اب تیسرا

مہمان بولا "میری داڑھی میں کتنے بال ہیں تو میں آپ کو یہ بتا دوں گا کہ آپ کی داڑھی میں کتنے بال ہیں۔ آفندی کا جواب سن کر تیسرے مہمان نے بھی چپ سادھ لی۔

گولڈ فش اور بچے

افتخار علی سومرو مشن روڈ سکھر

بچو عامر اور ہما۔ ذہین بھائی بہن تھے جن کے ڈرائنگ روم میں شیشے کے جار میں ایک گولڈ فش پلی ہوئی تھی۔ وہ سنہری مچھلی کو اِدھر اُدھر گھومتے دیکھ کر اکثر لطف اندوز ہوتے تھے ایک کالی بلّی ڈرائنگ روم میں گھس گئی۔ جوں ہی اُس کی نظر مچھلی پر پڑی وہ اچھل کر میز کے اوپر چڑھ گئی اور پانی میں اپنا پنجہ ڈال کر مچھلی کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ بچو مچھلی بڑی چکنی ہوتی ہے۔ وہ انسان کے ہاتھ میں بھی نہیں آتی اور اکثر پھسل جاتی ہے۔ بھلا وہ بلّی کے چھوٹے پنجہ میں کس طرح آتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بلّی کی جدوجہد میں شیشے کا جار میز پر سے لڑھک گیا اور میز پر گر کر پاش پاش ہو گیا جونہی بچوّں نے دھماکہ سنا وہ دوڑ کر اندر گئے انہوں نے بلّی کو باہر بھاگتے اور مچھلی کو شیشے کے ٹکڑوں کے درمیان تڑپتے دیکھا۔

جار ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا اور مچھلی شیشوں پر تڑپ رہی تھی"۔ اگر جلد ہی اُسے دوبارہ پانی میں نہ ڈالا گیا۔

تو وہ مر جائے گی" ہما جلدی سے بولی۔ گھر میں کوئی ایسا دوسرا برتن نہ تھا جس میں پانی بھر کر اُس میں مچھلی کو ڈالا جا سکے اِدھر اُسے جلد از جلد پانی میں ڈالنا بھی ضروری تھا چنانچہ ہما اور عامر نے مچھلی کو ایک رومال میں اٹھایا۔ اور دوڑ کر اپنے گھر کے قریب ایک تالاب میں لے ڈال دیا۔

کچھ دیر تو مچھلی پانی میں اس طرح بے حرکت الٹی پڑی رہی جیسے وہ مر چکی ہو مگر تھوڑی دیر بعد اس کے گلپھڑے ہلنا شروع ہوئے اور مچھلی نے منہ چلانا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سیدھی ہو کر تیرنے لگی بچے اس کو زندہ اور دوبارہ تیرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے مچھلی بھی خود کو قدرتی و خوبصورت ماحول اور تالاب میں لگے ہوئے آبی پودوں کے درمیان پاکر بہت خوش ہوئی

بچوں نے جھک کر مچھلی کو آواز دی اور بولے پیاری مچھلی ہمیں افسوس ہے کہ بد بخت بلّی نے تم پر حملہ کر کے جار توڑ دیا مگر ہمیں خوشی بھی ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا پائی۔ ہمیں اس بات کی خوشی بھی ہے کہ جب جار ٹوٹا تو تم زخمی نہ ہوئیں اب یہ بتاؤ کہ کہیں اِس بڑے تالاب میں پریشان ہو کر تم ڈر تو نہیں رہی ہو۔

نہیں" مچھلی بولتی ہوئی بچوں کے قریب آئی اور کہنے لگی "میں تو اپنی پوری زندگی میں کبھی اتنی خوش نہ ہوئی جتنی آج ہوں یہ تو انتہائی خوشگوار حادثہ تھا جس کی بدولت میں نہ صرف اتنے خوبصورت ماحول میں پہنچ گئی بلکہ مجھے قید سے آزادی بھی ملی یہ سن کر ہما اور عامر کو بھی بہت سکون ملا اور وہ خوش خوش واپس اپنے گھر چلے گئے خدا کا شکر ہے کہ مچھلی کو بچانے کی ہماری کوشش کامیاب رہی عامر ہما سے بولا" اب ہمیں گھر جاکر کسی کو یہ نہیں بتانا چاہیئے کہ مچھلی کہاں ہے ممکن ہے ابّو یا امّی اسے دوبارہ پکڑ کر پھر جار میں قید کر دیں۔"

چنانچہ انہوں نے اس حادثہ کا گھر میں کسی سے ذکر نہیں کیا بلکہ صرف یہ بتا دیا کہ جب دھماکہ ہوا تو انہوں نے ایک بلّی کو کمرے سے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔

مچھلی کا غائب ہو جانا ابھی تک گھر والوں کے لئے ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ زیادہ تر گھر والوں کا خیال ہے کہ بلّی نے جار توڑ کر مچھلی کو ہڑپ کر لیا ہوگا۔ مگر عامر اور ہما کو معلوم ہے کہ گولڈ فش کہاں ہے۔ وہ اکثر چپکے سے تالاب کے کنارے جاکر مچھلی کو آواز دیتے ہیں۔ مچھلی ان دونوں کی آواز سنکر فوراً دوڑی ہوئی کنارے پر آجاتی ہے اور دیر تک بچوں کے ساتھ کھیلتی رہتی ہے۔

ہمّت کا پیکر

مرسلہ: زہرا محمد یونس، ناظم آباد کراچی

حامد ایک بہت ہی ذہین بچہ تھا۔ وہ نہ صرف پڑھائی میں ہوشیار تھا بلکہ کھیل میں بھی سب سے آگے تھا۔ اسکول میں جو بچہ پڑھائی میں کمزور ہوتا حامد اس کی مدد کرتا اپنی کلاس میں حامد مانیٹر بھی تھا۔ کرکٹ میں حامد آل راؤنڈر تھا۔

ایک دفعہ حامد اپنی امّی کے ساتھ گھومنے گیا۔ واپسی پر اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ حامد اس ایکسیڈنٹ سے زخمی ہو چکا تھا۔ اس کو ہسپتال بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا۔

جب اُسے ہوش آیا تو وہ معذور ہو چکا تھا اس کی آنکھیں بے نور ہو چکی تھی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا وہ جہاں جاتا سب اُسے حامد اندھا کہہ کر پکارتے۔

ایک دن اس نے کہا امّی جان میں اسکول جاکر کیا کروں سب مجھے اندھا کہتے ہیں۔ میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔

حامد کی امّی نے کہا بیٹا تمہاری صرف آنکھیں ہی بے نور ہیں۔ کتنے لوگ دنیا میں ہونگے جس کی آنکھیں نہیں ہونگی، کانوں سے بہرے ہوں گے جو بول نہیں سکتے ہونگے۔ لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری ہو گی۔

ہیلن کیلر کی ہی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ اندھی، بہری اور گونگے پن کے باوجود ہمت نہیں ہاری اس نے ہمت کر کے دنیا میں اپنے آپ کو منوایا ہے۔

حامد نے کہا۔ شکریہ امّی اب میں کسی کی بات

پر کان نہیں دھروں گا۔

حامد بریل کے ذریعے تعلیم حاصل کرتا گیا وہ اب بھی فرسٹ ڈویژن ہی آتا وقت گزرتا گیا حامد کو بچپن سے ہی ٹیچر بننے کا بہت شوق تھا۔

اسی شوق کو آج وہ پورا ہوتا دیکھ رہا تھا وہ نابینا اسکول میں ان طالب علموں میں علم کا خزانہ لٹا رہا تھا جو آنکھوں سے محروم تھے۔ لیکن اس میں حوصلہ تھا دنیا میں اپنے آپ کو منوانے کا۔

بیسوی صدی کی اہم ایجاد

مرسلہ: محمد شاہد فیروز، گوجرانوالہ

بیسویں صدی کی سب سے اہم ایجاد کمپیوٹر کو مانا جاتا ہے کمپیوٹر کے ذریعے وہ کام چند لمحوں میں پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں جن کے لئے پہلے مہینے اور سال درکار ہوتے تھے کمپیوٹر ہماری روزمرہ زندگی کا لازمی جزو بنتا جا رہا ہے اب یہ تجارت صنعت ریلوں طیاروں، بحری جہازوں ٹریفک منصوبہ بندی شماریات منڈیوں کے اتار چڑھاؤ انجینئرنگ، سائنسی معلومات زراعت، فنون لطیفہ، نفسیاتی تجزیئے مختلف امراض کی تشخیص ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے تحریر پڑھنے اور اسے بریل کوڈ میں منتقل کرنے مختلف کھیل کھیلنے میں جرائم کی تفتیش کرنے اور جنگوں میں بھی استعمال کیا جانے لگا ہے کمپیوٹر کی اہمیت آج کے دور میں بہت بڑھ گئی ہے جنگ میں ان کے ذریعے دشمن کی جنگی چالیں سمجھنے اور حملے کا منصوبہ بنانے و دفاعی انتظامات کرنے میں مدد لی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ اگر خدانخواستہ عالمی جنگ چھڑ گئی تو یہ جنگ اصلاً یہی کمپیوٹر ہی لڑیں گے اور اگر کوئی بچا بھی تو یہی کمپیوٹر ہوں گے۔ پچھلے چند سالوں سے دنیا کی مختلف تجربہ گاہوں میں کمپیوٹر کی دنیا میں ایک اور حیرت انگیز انقلاب برپا کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اور اس سلسلے میں کافی حد تک کامیابیاں حاصل کر لی گئیں ہیں یہ نئی وضع کے کمپیوٹر مروّجہ کمپیوٹر سے کئی لحاظ سے مختلف ہیں جس میں سے ایک اہم تبدیلی یہ ہے کہ نئے کمپیوٹرز میں سیکھنے اور اکتساب کرنے کی اہلیت وصلاحیت بھی موجود ہوگی جبکہ مروّجہ کمپیوٹر کو ہر نوع کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں جن کی مدد سے یہ نتائج مرتب کرتے ہیں لیکن نئے کمپیوٹرز تقریباً انسانی دماغ کے جیسے ہوں گے یہ مسائل کا فہم وادراک حاصل کرکے ان پر غور وفکر کریں گے اور پھر نتائج مرتب کریں گے اس ضمن میں انسان جو لمس بصارت اور سماعت سے کام لیتا ہے کمپیوٹرز کو یہ معلومات برقی پیمائشوں کے ذریعے فراہم ہونگی جو اس کے عمل وحرکت کا وسیلہ بنیں گی اس کو پیچیدہ عمل کے قالب میں ڈھالنے کا اختیار حاصل ہوگا نئے کمپیوٹرز ڈاک کی تقسیم ایکسرے فلموں کے تجزیئے مصنوعی اعضا کے کنٹرول میں بھی مددگار ثابت ہونگے ان نئے کمپیوٹر کا اکتسابی سیل مائیکرو سرکٹ کا شاہکار ہے اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ نئے کمپیوٹر اپنے عمل کی صحت کے باب میں انسان کو پیچھے چھوڑیں گے اور مروّجہ کمپیوٹر کے مقابلے میں تقریباً چھ ہزار گنا زیادہ تیزی سے اپنے فرائض انجام دے سکیں گے۔

آؤ ملائیں ہاتھ

اے، جی، الجوہر، پندرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، مطالعہ پاکستان
بڑے ہوکر ملک و قوم کی خدمت کرنا

۳۲۴/B بھنگوریہ ٹاؤن، عزیز آباد ــــــ کراچی نمبر ۳۸

عظمت بحانی، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر پائیلٹ بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۱۶۵/ جی/۷/ ۲-۴، ــــــ اسلام آباد

محمد ناصر، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر بنک منیجر بننا چاہتا ہوں

۸۱، رضا بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، ــــــ لاہور

تمثیر شہاب الدین سولہ سال
جماعت، دہم مشغلہ، وڈیو گیم کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر فلمی ہیرو بننا چاہتا ہوں

بی/۷، ۲، رحیم آباد کالونی، فیڈرل بی ایریا، ــــــ کراچی

طاہر علی، انیس سال
جماعت دہم، مشغلہ کہانیاں لکھنا
پسندیدہ مضمون، فزکس
بڑے ہوکر ہاکی کا کھلاڑی بنوں گا۔

۶۶/۱۰۶۸/الف نزد موتی محل، گاڑی کھاتہ ــــــ حیدرآباد

محمد صالح، بارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ، رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

ر نزد مچھی مارکیٹ روڈ ــــــ ٹنڈو الہ یار سندھ

عثمان سعید مرزا گیارہ سال
جماعت ششم مشغلہ، ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر پولیس آفیسر بننا چاہتا ہوں

۱۱۱۵/۸۶ خراس محلہ، صدر بازار، ——— لاہور کینٹ

شاہد محمود شاہ، دس سال
جماعت پنجم مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۹ بی گلی نمبر ۶، مصطفےٰ آباد نیو دھرم پورہ، لاہور ۱۵

نعمان احمد سعید آٹھ سال
جماعت سوئم، مشغلہ، کرکٹ
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر فوجی آفیسر بننا چاہتا ہوں

۱۱۱/۸۶ خراس محلہ، صدر بازار، لاہور کینٹ

سعید احمد گیارہ سال
جماعت ششم مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر اداکار بننا چاہتا ہوں

ساجد کاپی ہاؤس، ——— ہارون آباد

نصرت خان، چودہ سال
جماعت ہشتم مشغلہ، رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، جنرل فالج
بڑے ہوکر فوجی افسر بننا چاہتا ہوں

ابرار ملک شاپ، شیریں جناح کالونی نمبر ۳ کلفٹن کراچی ۶

عاطف ضیاء، پانچ سال
جماعت اوّل مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

پی۔ایم۔اے، کاکول، ——— ایبٹ آباد

منیر احمد حسرت، سولہ سال
جماعت دہم مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر ملک وقوم کی خدمت کرنا

۱۴/ اے، کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز، اسماعیل کوٹ، نوشہرہ

عمر حیات، پندرہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، مصوری کرنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت سخاوت حسین معرفت جبوے جبوے سوٹ مرچنٹ، محلہ میلی، علاقہ گنج

محمد سجاد، چودہ سال۔
جماعت نہم مشغلہ، رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت نیشنل کلاتھ ہاؤس چوک، نور شاہ تلائی، کوٹ ادو

محمد نعمان گل، بارہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر فوجی بننا چاہتا ہوں

دانش گل، مکان نمبر ۵، قائد آباد کالونی نمبر ۱ بیرون آسیہ گیٹ، پشاور شہر

محمد سلیم کاشانی، پندرہ سال
جماعت، نہم مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر ملک و قوم کی خدمت کرنا

حاجی محمد صدیق میڈیکل اسٹور، گوادر، مکران،

کاشف حمید، تیرہ سال
جماعت، ہشتم مشغلہ، ہاکی کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر کرنل بننا چاہتا ہوں

۹۱، اورنگزیب بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

محمد حنیف کھلپوٹہ، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، ڈرائنگ
بڑے ہوکر سیاستداں بنوں گا

محمد حنیف، گاڑھی پل کے نزدیک ـــــ خیرپور میرس

آصف فاروق، پندرہ سال
جماعت دہم مشغلہ، میوزک سننا
پسندیدہ مضمون، فزکس
بڑے ہوکر اچھا شہری بننا چاہتا ہوں

بی/۱۹۲ بلاک ۵ گلشن اقبال، ـــــ کراچی ۴۷

عمران ایوب، بارہ سال
جماعت، چہارم مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت، شوکت ایوب، ایچ/۱۳، انڈس جوٹ ملز ایریا، دھابیجی، ضلع ٹھٹھہ

حاجی مراد علی بلوچ، پندرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر اچھا شہری بننا چاہتا ہوں

ولیج کاٹھور، پوسٹ بکس ۱۸۶۱، ملیر سٹی، کراچی نمبر ۲۳

محمد ارشد حبیب، پندرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگلش
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۳۹۲، نیو اقبال آباد، ڈرگ روڈ بازار، کراچی ۸

محمد عامر، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

صدیقی ٹریڈرز، کنٹرہ نیل چوک یادگار، پشاور شہر

ٹی جے شاکر، چودہ سال
جماعت دہم مشغلہ، والدین کی خدمت
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر شاعر بننا چاہتا ہوں

ٹی جے شاکر، معرفت طارق کلاتھ ہاؤس، صدر بازار کمالیہ

ایم رفیق زاہد، چودہ سال
جماعت، دہم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

بلوچ میڈیکل اسٹور، شاہی بازار، گوادر

فخر داد خان، تیرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ رسالے پڑھنا
پسندیدہ مضمون اردو
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں
الف/۱۱۹، ۱۱ لآصف اسکوائر، سہراب گوٹھ، ——— کراچی ۲۸

محمد انیس، چودہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون عربی
بڑے ہوکر سراغرساں بننا چاہتا ہوں
مکان نمبر ۴۱۹، سی ون ایریا، لانڈھی نمبر ۲، ——— کراچی

محمد آصف رضا، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ کہانیاں لکھنا
پسندیدہ مضمون اسلامیات
بڑے ہوکر ملک و قوم کی خدمت کرنا
محمد آصف رضا، پوسٹ بکس نمبر ۱۷۷، ۱ ——— سیالکوٹ

خالد محمود جاوید، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون انگریزی
بڑے ہوکر پائیلٹ بننا چاہتا ہوں۔
معرفت ملک سردار احمد، گورنمنٹ ہائی اسکول، شیخوپورہ

فیصل اقبال ملک، سولہ سال
جماعت دہم، مشاغل، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، انگلش،
بڑے ہوکر انجنیر بننا چاہتا ہوں۔
۲۸۹۔ ماڈل ٹاؤن بابر روڈ، سیالکوٹ

سید جماعت علی شاہ عمر سولہ سال
جماعت ہفتم مشغلہ فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
ہاشمی منزل، محلہ نواب آباد، بیرون یکہ توت، پشاور شہر

- طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں
- قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلباء شریک ہو سکتے ہیں۔
- کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔
- خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ——— عمر ——— کلاس ———
مشاغل ——— بڑے ہوکر کیا بننا چاہتے ہیں ———
——— اسکول میں پسندیدہ مضمون ———
پتہ ———

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

کہیں ایسا تو نہیں کہ .....

○ آپ کے گھر میں فون کی گھنٹی بجی، بچّے نے ریسیور اٹھایا، نام معلوم کیا آپ نے کہا کہہ دو کہ ابّو گھر پر نہیں ہیں۔

○ آپ دفتر سے آکر ابھی بیٹھے ہیں کہ کال بیل بجی، معلوم ہوا کہ آپ کے دوست آئے ہیں امّی کو غصّہ آیا اور کہلوادیا کہ ابو دفتر سے واپس نہیں آئے۔

○ آپ دن بھر کے مختلف جھوٹے واقعات اپنے گھر میں بچّوں کے سامنے مزے لے لے کر سناتے ہیں۔

○ آپ زندگی میں رونما ہونے والے بیشتر واقعات کو مبالغہ آرائی اور نمک مرچ لگا کر بچّوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

○ آپ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سامنے بچوں کی تعریف و توصیف میں حد درجہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔

تو پھر............ سمجھ لیجئے۔

آپ اپنے بچّوں کو جھوٹ بولنے کی تربیت دے کر ان کی شخصیت میں جھوٹ اور فریب کا رنگ بھر رہے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ان کی شخصیت کی تعمیر و بگاڑ میں سب سے نمایاں کردار آپ کا ہی ہوتا ہے۔

The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
—Ahmed Tomato Ketchup.

Printed by: LAREB Printing Press Phone: 217310